بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

جلد نمبر ۸۲　ماہ مارچ ۲۰۱۴ء مطابق جمادی الاول ۱۴۳۵ھ　شمارہ نمبر ۳

مدیر

خلیل الرحمان سجاد نعمانی

E-mail : ilm.zikr@yahoo.com

اس شمارہ میں

	مضامین	مضامین نگار	صفحہ نمبر
۱	نگاہ اولیں	مدیر	۳
۲	محفل قرآن	مولانا عتیق الرحمن سنبھلی	۱۷
۳	بچوں کی پرورش	حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی	۲۵
۴	دار العلوم امام ربانی کا دوسرا اسالانہ اجلاس	مولانا زین العابدین قاسمی	۴۲
	پیغام	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۵۳

اگر اس دائرہ میں ◯ سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ

آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے براہ کرم آئندہ کے لئے چندہ ارسال فرمائیں ورنہ اگلا شمارہ بصیغہ .V.P ارسال کیا جائے گا جس میں آپ کے -/35 روپے زائد خرچ ہوں گے — منیجر

ضروری اعلان

مختلف مقامات میں ماہنامہ الفرقان کی توسیع اشاعت کے ذمہ دار حضرات کے نام اور فون نمبر نیچے لکھے جا رہے ہیں ان مقامات نیز قرب وجوار کے حضرات ان سے رابطہ قائم کریں۔

مقام	نام	فون نمبر
۱۔ بڑودہ (گجرات)	مفتی محمد سلمان صاحب	+91-9898610513
۲۔ مالیگاؤں (مہاراشٹرا)	مفتی حسنین محفوظ صاحب	+91-9226876589
۳۔ بیلگام (کرناٹک)	مولانا تنویر صاحب	+91-9880482120
۴۔ بیڑ (مہاراشٹرا)	قاسمی بکڈپو طہٰ بکڈپو الطاف بکڈپو	+91-9960070028 +91-9326401086 +91-9325052414-9764441005
۵۔ گورکھپور (اترپردیش)	مکتبہ ناصر	+91-9451846364
۶۔ جالنا (مہاراشٹرا)	محمد اظہر	+91-9225715159

مرتب: یحییٰ نعمانی

ناظم شعبۂ رابطہ عامہ : بلال سجاد نعمانی
E-mail: nomani_sajjadbilal@yahoo.com

☆ سالانہ زرتعاون، برائے ہندوستان: (سادہ ڈاک) عمومی- /Rs.200

☆ سالانہ زرتعاون برائے ہندوستان: (بذریعہ وی پی [1]) عمومی- /Rs.230

[1] اس صورت میں پہلے سے زرتعاون بھیجنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ رسالہ وصول کرتے وقت ڈاکیہ کو مطلوبہ رقم ادا کرنی ہوتی ہے، مگر خیال رہے کہ وی پی نہ وصول ہوئی تو ادارہ کو -/Rs.40 کا نقصان ہوتا ہے

☆ سالانہ زرتعاون برائے بیرونی ممالک (بذریعہ ہوائی جہاز) -/20 پاؤنڈ۔ -/40 ڈالر

لائف ممبرشپ: ہندوستان: سادہ ڈاک -/Rs.8000۔

بیرونی ممالک: -/600 پاؤنڈ۔ -/1200 ڈالر۔

برطانیہ میں ترسیل زر کا پتہ : Mr. RAZIUR RAHMAN
90-B HANLEY ROAD. LONDON N4 3DW U.K
Fax & Phone:020 72721352. Email:furqanpublications@googlemail.com

ادارہ کا مضمون نگار کی فکر سے اتفاق ہونا ضروری نہیں۔

خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ الفرقان
۳۱/۱۱۴ نظیر آباد لکھنؤ۔
پن-۲۲۶۰۱۸ - یوپی، انڈیا- فون نمبر: Ph:0522-4079758

MonthlyALFURQAN
114/31, NAZIRABAD LUCKNOW
Pin-226018- U.P INDIA

e-mail : monthlyalfurqanlko@gmail.com

دفتر کے اوقات صبح ۱۰ بجے سے ۱ بجکر ۳۰ منٹ　بعد ظہر: ۲ بجے سے ۵ بجکر ۳۰ منٹ تک

اتوار کو آفس بند رہتا ہے ------

خلیل الرحمن سجاد کے لیے پرنٹر پبلشر محمد حسان نعمانی نے کاکوری آفسٹ پریس کچہری روڈ لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر الفرقان ۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ سے شائع کیا۔

نگاہِ اولیں

مدیر

دار العلوم امام ربّانی

ایک جامع نظامِ تعلیم وتربیت کے قیام کی ایک کوشش

[خانقاہ مجددیہ نقشبندیہ نعمانیہ میں جو مدرسہ ۲۰۱۲ء میں قائم کیا گیا تھا، اِس سال اُس کا دوسرا سالانہ اجلاس یکم فروری کو منعقد ہوا، اجلاس کی صدارت ملک کے ممتاز عالم دین محترم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کو کرنی تھی، مگر وہ پہلے سے طے شدہ ایک اور اہم مشغولیت کی وجہ سے تشریف نہیں لا سکے ——— رفقاء کے مشورہ سے راقم کو ہی یہ خلا پر کرنا پڑا۔ اس موقع پر جو خطبہ بعجلت تیار کر کے پیش کیا گیا اسی کو ان ادارتی صفحات میں نذرِ ناظرین کیا جا رہا ہے۔ ——— مدیر]

حمد وصلاۃ اور تعوذ وبسملہ کے بعد

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْٓا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

وقَالَ تعالیٰ: إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

وقَالَ تعالیٰ: اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْأَرْضِ ۚ إِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾

حضرات! دورِ حاضر میں ہماری امت کو دو طرح کے افراد کی شدید ضرورت ہے:

۱۔ اولاً ایسے علمائے دین کی جو ایک طرف تو تقویٰ وطہارت، اخلاص وللّٰہیت، علم کی گہرائی اور عمل کی پاکیزگی میں اکابر واسلاف کا نمونہ اور انکے ذوق ومزاج کے امین ووارث ہوں، اور دوسری طرف اپنے زمانے اور گردوپیش کے مزاج کو اور جدید تعلیم یافتہ طبقے بالخصوص نوجوانوں کی الجھنوں اور نفسیات کو اچھی

طرح سمجھتے ہوں۔اوران سے ان کی زبان میں بات کرسکتے ہوں۔نیز اسلام کواس طور پر پیش کرسکتے ہوں کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں سے تعلیم یافتہ لوگوں کو بھی اسلام کے دین فطرت اور مسائل زندگی کے واحد حل ہونے کا یقین حاصل ہوجائے،ساتھ ہی ان (علماء) کے دل ودماغ اور ذوق ومزاج پر بگڑے ہوئے معاشرہ کے لئے غصہ اور نفرت کے بجائے داعیانہ ہمدردی اور خیر خواہی کے مثبت جذبات کا غلبہ ہو،اور وہ محبت اور دل سوزی کے ساتھ نہ صرف مسلمانوں بلکہ پوری ملکی اور انسانی برادری کے سامنے بھی اسلام کا محبت بھرا پیغام اچھے سے اچھے انداز میں،زبان قال اور زبان حال سے،رکھ سکیں۔

۲۔ ثانیاً ہماری ایک قومی ضرورت یہ بھی ہے کہ قانون ،انتظامیہ،سول سروسز،دفاع،صحت،تعلیم، اقتصادیات،صحافت،ادب،سائنس،انجینیر نگ،صنعت وحرفت،تجارت...ان سب شعبوں میں جانے والے لوگ ''مسلمان'' بن کر وہاں جائیں،اور اپنے اپنے دائرہ عمل میں وہ اسلام کی نمائندگی کریں۔وہ ان شعبوں کی فنی مہارت کے ساتھ ایمان داری ودیانتداری اور جذبہ خدمت کے لحاظ سے اپنی الگ پہچان رکھتے ہوں انکا پختہ عقیدہ ہو کہ اُنکی یہ پیشہ وارانہ مشغولیت صرف مال کمانے کا ذریعہ نہیں، بلکہ وہ انکے لئے خدمتِ خلق،دعوتِ دین اور رضائے الٰہی کے حصول کا بھی ذریعہ ہے۔دارالعلوم امام ربانی'' دراصل ان دو نوں قسموں کے افراد کو تیار کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔اس کا نصابِ تعلیم،نظام تعلیم وتربیت،قیام وطعام لباس اور رہن سہن کا نظام، ۲۴ گھنٹے کا نظام الاوقات،کھیل کود اور ورزش وغیرہ کا نظام سب کچھ اِسی نصب العین کو پیشِ نظر رکھ کر مرتب کیا گیا ہے اور خوب سے خوب تر کی تلاش کا عمل بھی مسلسل جاری ہے۔ہمارے پیش نظر یہ ہدف بھی ہے کہ دینی علم کا حصول صرف غریب اور نادار اور دیہاتی گھرانے کے بچوں کا فرض نہیں ہے،خوش حال اور روشن دماغ گھرانوں کے بچوں کو بھی قرآن وحدیث کے علم سے اپنے دل ودماغ کو منور کرنے کا موقع ملنا چاہئے......(عقل مندوں کے لئے اشارہ کافی ہے!!)

یہاں تک جو کچھ میں نے عرض کیا ہے وہ اس ادارہ کے تعارف نامہ (PROSPECTUS) کے شروع میں لکھے گئے میرے تعارفی مضمون سے تقریباً بلفظہ ماخوذ ہے۔

اب آج کے اس اجلاس کے موقع پر اپنی تعلیمی پالیسی کے بارے میں کچھ اور باتیں زیادہ صراحت کے ساتھ واضح کرنا چاہتا ہوں۔

انیسویں صدی عیسویں میں برصغیر ہند میں مغربی طاقتوں کے عسکری وسیاسی غلبہ کے بعد جب یہ

بات یقینی طور پر سامنے آگئی کہ اب یہاں سے اسلامی علوم اور مشرقی تہذیب وروایات کو مٹا دینے اور پوری قوم کو مغربی تہذیب اور عیسائیت کے رنگ میں رنگ دینے کی بھر پور کوشش دنیا کی طاقتور ترین حکومت اپنے بھر پور وسائل اور قوت ارادی کے ساتھ کرے گی بلکہ یہ کوششیں عملاً شروع بھی کر دی گئی تھیں تو اس وقت موجود ولی اللہی سلسلہ سے وابستہ کچھ علمائے کرام نے اسلامی تہذیب کی حفاظت کے مقصد سے اور برصغیر کے مسلمانوں کو ارتداد سے بچانے کے لئے ایک چھوٹے سے گاؤں ''دیوبند'' میں قلعہ بندی کا کام شروع کیا، یاد رہے کہ یہ تعبیر مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی ہے، جنہوں نے ان علماء کو ''رسوخ فی الدین، زہد وتقوی، ایثار واخلاص، دینی غیرت وحمیت اور اسکی راہ میں قربانی کے میدان میں عالم اسلام کی سب سے طاقت ور دینی شخصیت اور عنصر'' قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> ''انہوں نے اس کی فکر شروع کی کہ دینی جذبہ، اسلامی روح، اسلامی زندگی کے مظاہر اور تہذیب اسلامی کے جتنے بچے کھچے آثار باقی رہ گئے ہیں ان کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے اور اسلامی تہذیب اور ثقافت کے لئے قلعہ بندیاں کر لی جائیں اور پھر ان قلعوں میں (جن کو عربی مدارس کے نام سے پکارا گیا ہے) مبلغ اور داعی تیار کئے جائیں۔ (مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش صفحہ ۸۸)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے مزید لکھا ہے کہ:

> ''اس عظیم اصلاحی اور تعلیمی تحریک کے (جس کا آغاز ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں ہوا) سربراہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند تھے''

یہاں یہ بات بھی واضح کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان علماء نے برطانوی حکومت کے عزائم اور منصوبوں کے بارے میں جو خطرہ محسوس کیا تھا وہ بالکل درست تھا، اور وہ ان کی بالغ نظری اور صورت حال کے صحیح اور گہرے تجزیہ کی ان کی خداداد صلاحیت اور فراست کا ثبوت ہے۔ جس کا دل چاہے ہندوستان میں برطانوی حکومت کی طرف سے تعلیمی پالیسی کی تشکیل کے ذمّے دارِ اعلی لارڈ میکالے کی تقریریں، تحریریں، رپورٹیں اور تجاویز کا مطالعہ کر لے۔

اب آیئے ذرا دیکھیں کہ دارالعلوم دیوبند کے اِن عظیم بانیوں نے اس دور میں جو نصاب تعلیم اپنے ادارہ میں جاری کیا تھا وہ کیا تھا؟ یہ حضرات جو اصلاً ولی اللہی خانوادے کے دست گرفتہ تھے، انہوں نے

دہلی کالج میں بھی تعلیم حاصل کی تھی، اور معقولات کا ذوق انہیں علماے خیرآباد سے ملا تھا، اور ان میں سے کئی حضرات کو اعلیٰ درجہ کے سرکاری اداروں میں تدریس اور اعلیٰ عہدوں کا تجربہ بھی تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مدرسہ کے لئے جو نصاب مرتب کیا اس میں ان تمام نسبتوں اور علم کے چشموں سے استفادہ کا خیال رکھا، اور نونہالوں کی عقلی وفکری صلاحیتوں کو جلا بخشنے والے مختلف علوم وفنون کو نصاب میں شامل کیا۔

دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی نصاب تعلیم میں جہاں عربی، فارسی، اور اسلامی علوم (قرآن وحدیث اور فقہ وغیرہ) مقصدی اہمیت کے ساتھ رکھے گئے تھے وہیں ریاضی Mathematics، ہندسہ (Geometry) علم ہیئت (Astronomy) بھی نصاب میں شامل تھے۔ یہ مفصل نصاب دارالعلوم دیوبند کی سال اول کی روئداد میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ۱۲۹۰ھ (جنوری ۱۸۷۴ء) میں دارالعلوم کے سالانہ جلسے میں اِن مدارس کے نظام اور مقاصد پر ایک انتہائی اہم تقریر کی تھی، اس تقریر کے اس جملے پر خاص طور پر غور فرمائیے، انہوں نے فرمایا تھا:

> ''اِن مدارس میں علاوہ تعلیم مذہبی، غرضِ اعظم قوتِ استعداد ہے، فقط علوم دینی پر اکتفاء نہیں، بلکہ فنونِ دانش مندی کی تکمیل بھی حسب قاعدہ سابقہ کی گئی ہے، جس کا عمدہ نتیجہ پہلے زمانوں میں یہ ہوا تھا کہ بڑے بڑے عالم، بڑی بڑی استعداد وقوت کے، اہلِ اسلام میں بہ کثرت پیدا ہوئے''

یہاں یہ بات شاید کچھ لوگوں کے لئے وضاحت طلب ہو کہ علومِ دینی کے علاوہ ''فنونِ دانش مندی'' کے نام سے حضرت نانوتوی کن علوم کو مراد لے رہے تھے تو، اس کی وضاحت خود ان ہی کی زبانی سنئے! اسی تقریر میں آگے چل کر انہوں نے فرمایا تھا:

> ''معقولات سے صرف منطق وفلسفہ مقصود نہیں، بلکہ اس میں ہیئت، حساب، فلکیات، ریاضی اور الٰہیات بھی شامل ہیں [1]

اب آپ غور فرمائیں، حضرت نانوتوی کی صراحت کے مطابق وہ علوم جو معقولات کا حصہ ہیں اور جو دارالعلوم کے نصاب میں شامل کئے گئے تھے وہ تھے:

---

[1] حضرت نانوتوی کی یہ پوری تقریر دارالعلوم دیوبند کی روداد ۱۲۹۰ھ میں آپ دیکھ سکتے ہیں؛ اس کے علاوہ روداد مؤتمر الانصار مرادآباد ۱۳۲۹ھ (۱۹۱۱ء) اور ماہ نامہ ''القاسم'' دیوبند کا دارالعلوم دیوبند نمبر (۱۳۶۰ھ) میں بھی یہ تقریر دیکھی جاسکتی ہے۔

حساب۔	Mathematics
ریاضی۔	Arithmatics
ہیئت۔	Astronomy
فلکیات۔	Cosmology
الٰہیات۔	Metaphysics

اس دور کی دارالعلوم دیوبند کی روئدادوں کے مطالعہ سے تو پتہ چلتا ہے کہ وہاں الجبرا، مساحت اور اقلیدس بھی داخلِ نصاب تھے۔ اور یہاں تعلیمی ماہرین کو اس بات کو ضرور نوٹ کرنا چاہیئے کہ حضرت نانوتویؒ اِن ''فنون'' کو ''قوتِ استعداد'' پیدا کرنے کا ذریعہ اور ''فنونِ دانش مندی'' قرار دے رہے ہیں۔ اور یہ اِس بات کا ثبوت ہے کہ وہ صرف ایک عالم و مدرس اور ایک اللہ والے ہی نہیں تھے وہ ایک عظیم ماہرِ تعلیم بھی تھے۔ ان کی نظر علم اور عشق کے ساتھ عقل کی اہمیت وافادیت پر اور عقل کو تیز اور تدبّر و تعقل کی صلاحیتوں کو جلا بخشنے والے مضامین پر بھی بھرپور تھی۔

اور سنئے! اس زمانے میں میڈیکل سائنس کے لئے طب یونانی ہی کا رواج تھا۔ دارالعلوم میں ابتداء ہی میں طب یونانی کی تعلیم شروع ہوگئی تھی، لیکن ذمہ داران مدرسہ اس سے مطمئن نہیں تھے، وہ چاہتے تھے کہ طب یونانی کی فاضلانہ تعلیم ہو جس کا انتظام ۱۲۹۵ھ میں کیا جاسکا، اس کا اعلان روداد ۱۲۹۵ھ میں ان لفظوں میں شائع ہوا تھا:

> ''کیفیات سنین ماضیہ سے جملہ خیرخواہان مدرسہ کو واضح ہوا ہے کہ کتنے طلبہ اس مدرسہ سے علوم عربیہ میں عالم وفاضل ہوئے اور آئندہ کو ان شاء اللہ ہونے والے ہیں ،مگر ارباب مشاورت مدرسہ ہٰذا نے جب فکرِ کامل دیگر فوائد رفاہ عام برادران اہل اسلام پر کیا تو ابھی تک ایک امر کثیر المنافع یعنی ترویج وتکمیل علم وطب یونانی کی کمی ہے، اور اس کی درستگی اور تکمیل ،ضروریات بلکہ واجبات میں سے ہے، کیوں کہ اس سے فائدہ عام ہے۔''

روئداد کی اِس عبارت پر آپ غور کریں گے تو آپ کی سمجھ میں آئے گا کہ باوجودیکہ علوم عربیہ کے لحاظ سے مدرسہ کی کارکردگی اور مستقبل کی توقعات مدرسہ کے ذمہ داروں اور خیرخواہوں کے نزدیک اطمینان

بخش تھیں، مگر اہل شوریٰ کا احساس تھا کہ اگر علم طب کی بھی تعلیم یہاں دی جائے تو ہمارے فضلاء زیادہ وسیع دائرہ میں معاشرہ کی خدمت کر سکیں گے۔ اور اس ''فائدہ عام'' کی اتنی اہمیت ان حضرات کے ذہن میں تھی کہ صرف اسی کی بنا پر ان کا یہ خیال تھا کہ اس فن طب کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام بھی واجبات میں سے ہے۔ بلکہ ۱۳۹۶ھ کی روداد سے معلوم ہوتا ہے کہ بشرط فراہمی سرمایہ سرجری اور دوا سازی (Surgery and Pharmacology) کی تعلیم کا پروگرام بھی تھا۔

اِن علوم کی تعلیم دارالعلوم میں کس معیار کی دی جا رہی تھی؟ اس بارے میں برطانوی حکومت کے ایک نمائندے کے تأثرات سنیئے! شمالی مغربی ریاستوں کے گورنر سر جان اسٹرچی (SIR JOHN STRACHE 1823-1907) کا ۳۰/جنوری ۱۸۷۵ھ کو دیوبند میں قیام ہوا تھا، گورنر نے اپنے ایک دوست اور ایک بڑے سرکاری ملازم جان پامر سے یہ کہا کہ یہاں مسلمانوں نے ایک مدرسہ جاری کیا ہے، تم اجنبی کے طور پر وہاں جاؤ اور دیکھو کہ وہاں کس طرح کی تعلیم دی جا رہی ہے- جان پامر نے مدرسہ کے تفصیلی جائزہ کے بعد جو رپورٹ پیش کی اس کا ایک اقتباس سنیئے! اس نے لکھا:

> ''ایک جگہ ایک صاحب میانہ قد، نہایت خوبصورت بیٹھے ہوئے تھے، سامنے بڑی عمر کے طلبہ کی ایک قطار تھی، قریب پہنچ کر سنا تو علم مثلث کی بحث ہو رہی تھی، میرا خیال تھا کہ مجھے اجنبی سمجھ کر یہ لوگ چونکیں گے، مگر کسی نے مطلق توجہ نہ کی [۱] میں قریب جا کر بیٹھ گیا اور استاد کی تقریر سننے لگا، میری حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ علم مثلث کے ایسے ایسے عجیب اور مشکل قاعدے بیان ہو رہے تھے جو میں نے کبھی ڈاکٹر اسپرنگر [۲] سے بھی نہیں سنے تھے،
>
> یہاں سے اٹھ کر دوسرے دالان میں آ گیا تو دیکھا کہ ایک مولوی صاحب کے سامنے طالب علم معمولی کپڑے پہنے ہوئے بیٹھے ہیں، یہاں اقلیدس کے چھٹے مقالے کی دوسری شکل کے اختلافات بیان ہو رہے تھے، اور مولوی صاحب اس برجستگی سے

---

[۱] مدرسہ کے طلبہ کے بیچ ایک ''انگریز جینٹلمین'' جا کر بیٹھ جاتا ہے، اور نہ طلبہ ادھر متوجہ ہوتے ہیں اور نہ استاذ، واہ رے علمی انہماک اور استغناء کی یہ شان! ہمیں اس چھوٹے سے واقعہ سے بھی بہت کچھ سیکھنا چاہئے۔

[۲] یہ ایک آسٹرین نزاد مستشرق تھے یہ دہلی کالج کے پرنسپل بھی رہے، ابن حجر کی الاصابہ، سیوطی کی الاتقان، اور قاضی اعلیٰ کی کشاف اصطلاحات الفنون کو ایڈیٹ کر کے ڈاکٹر اسپرنگر ہی نے سب سے پہلے شائع کیا تھا۔

بیان کر رہے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اقلیدس کی روح ان میں آ گئی ہے۔''

اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد ہمارے ملک کے نامور محقق اور علمائے دیوبند، سہارن پور اور سلسلہ ولی اللہی کے مشہور مؤرخ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی نے ان لفظوں میں اپنا تأثر ظاہر کیا تھا:

''یہ رائے اس شخص کی ہے جو مغربی فنون و معقولات کا پتلا اور ڈاکٹر اسپرنگر جیسے ماہرین فن کا تربیت یافتہ تھا، کاش! اگر ہمارے یہاں یہ روایت اور ان فنون کے ایسے استادوں کا تسلسل باقی رہتا تو منقولات (علوم اسلامیہ) اور معقولات کے تمام مباحث و مضامین ساتھ ساتھ چلتے اور یوں یہ مدارس نہ صرف علماء اور مسلمانوں بلکہ پوری دنیا کے ماہرین فن کی تمناؤں اور تعلیم کا مرکز ہوتے اور کسی کو ایک دوسرے سے ''من دیگرم تو دیگری'' کہنے کی ضرورت باقی نہ رہتی [1]۔

ایک واقعہ اور سنئے!

۱۹۱۲ء میں مصر کے مشہور عالم دین علامہ رشید رضا مصری دار العلوم دیوبند آئے تھے اس وقت دار العلوم میں انہوں نے اپنی تقریر میں کہا تھا:

''ایک جماعت ہم میں ایسی بھی ہونی چاہئے جو ان شبہات کو رفع کرے، جو اسلام پر کئے جاتے ہیں، خصوصاً وہ شبہات جو موجودہ زمانہ کے علوم وفنون کی بنا پر کئے جاتے ہیں، مگر ایسے شبہات کا رفع کرنا بغیر فلسفۂ جدیدہ (سائنس) کی واقفیت کے ناممکن ہے، اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس جماعت کے اشخاص فلسفۂ جدید کے اہم مسائل سے واقفیت رکھتے ہوں۔

مجھے دیکھ کر خوشی ہوئی کہ آپ نے اس سلسلہ کو شروع کیا، اور جدید فلسفہ کی ایک ابتدائی کتاب ''النقش کالحجر'' کو کورس میں داخل کیا ہے، میرے نزدیک یہ کتاب ناکافی ہے، میں آپ کو ایسی کتابیں بتلاؤں گا جو اس سے زیادہ مفید ہونگی [2]۔

آیئے! **النقش کالحجر** نامی کتاب جو دار العلوم کے نصاب میں داخل تھی، اس کے مندرجات پر نظر ڈالتے ہیں۔

---

[1] ملاحظہ ہو الفرقان جلد ۷۵ شمارہ ۷ (جولائی ۲۰۰۷ء) صفحہ ۲۷　　[2] ملاحظہ ہو، روداد ۱۳۳۰ھ

حصہ اول: مبادی عامہ فی الطبیعیات	ELEMENTS OF PHYSICS
حصہ دوم: الکیمیاء	CHEMISTRY
حصہ سوم: الطبیعیات	PHYSICS
حصہ چہارم: الجغرافیہ الطبیعیہ	PHYSICAL GEOGRAPHY
حصہ خامس: الجیولوجیا	GEOLOGY
حصہ سادس: الھیئہ	ASTRONOMY
حصہ سابع: علم النبات	BOTANY
حصہ ثامن: اصول المنطق	PRINCIPLES OF LOGIC

یہاں یہ بات بھی یادرکھنے کی ہے کہ یہ کتاب ایک ایسے امریکی مصنف کی لکھی ہوئی ہے جو امریکن عیسائی مشنریوں کا عرب دنیا میں سب سے بڑا نمائندہ، بیروت کی امریکن یونیورسٹی کا بانی اور بائبل کا عربی مترجم ہے- اور یہ اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ ہمارے یہ علمائے کرام مغربی سیاست اور مغربی تہذیب کی شدید مخالفت کے باوجود علوم وفنون کے سلسلے میں کھلا ہوا علم دوست ذہن رکھتے تھے۔

اور سنیئے! مغربی تعلیم یافتہ طبقے کی طرف سے اسلام پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں، اس کا جواب دینے کے لئے شام کے ایک ممتاز عالم شیخ حسین مصطفیٰ جسر نے ایک کتاب لکھی تھی ''**الرسالة الحميدية فی حقيقة الديانة الاسلامية وحقيّة الشرع المحمدی**'' اس کتاب کو بھی دارالعلوم دیوبند کے نصاب میں شامل کیا گیا۔ اور حضرت تھانویؒ نے اس کا ترجمہ اپنے ایک ممتاز شاگرد مولانا محمد اسحاق بردوانی سے اس کا اردو ترجمہ کروایا۔

اِن ساری باتوں سے اس سوال کا یقینی جواب مل جاتا ہے کہ ہمارے ان عظیم بزرگوں کا ذوق ومزاج کیا تھا؟ ان کی تعلیمی پالیسی کیا تھی؟ اب اگر آپ دریافت کریں کہ آخر بعد میں یہ علوم نصاب سے کیوں نکال دیئے گئے تو میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں اس سوال کا تشفی بخش جواب نہیں دے سکتا، ہوسکتا ہے کہ وجہ یہ رہی ہو کہ آگے چل کر زمانے کی تبدیلی کی وجہ سے ان علوم کی تدریس کے لئے ایسے اساتذہ فراہم نہ ہوسکے ہوں جو ان علوم کے اچھے عالم اور مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ مغربی تہذیب سے مرعوبیت اور شکست خوردگی کی علتوں سے پوری طرح محفوظ ہوں۔ اور ایسا اس لئے ہوا ہوگا کہ بعد میں ان علوم کی تدریس ہماری یونیورسٹیوں میں ہونے لگی، جہاں علوم سے زیادہ مغربی تہذیب سکھائی جاتی تھی، اور اس کی وجہ سے بعد میں

آنے والے ہمارے بزرگوں نے ان علوم سے محرومی گوارا کرلی، مگر تہذیبی شکست خوردگی کو گوارا کرنے پر وہ آمادہ نہ ہوئے۔۔۔۔

اس موقع پر میں یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا کہ اگر ہمارے سامنے صورت حال یہ ہو کہ ان علوم کے حاصل کرنے میں اپنی روحانی واخلاقی قدروں اور شریعت وسنت سے دست برداری کا گمان غالب ہو اور مغرب کی بے خدا سائنس کے طلسم ہوش ربا کا شکار ہو جانے کا خطرہ ہو تو اس وقت تک کے لئے ان علوم سے محرومی کو گوارا کرلینا ہی بہتر ہوگا جب تک صورت حال بدل نہ جائے۔ اور اس خطرہ سے حفاظت کے اسباب جمع نہ ہوجائیں۔

ہوسکتا ہے کہ میرے یہ خیالات سن کر آپ میں سے کچھ حضرات یہ سوچ رہے ہوں کہ آخر یہ سجاد صاحب بھی تو مولوی ہی ہیں یہ اِس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔۔۔؟؟ تو سنیئے، آپ نے لیوپولڈ ویس (LEOPOLD WEISS) کا نام سنا ہوگا یہ ایک آسٹرین صحافی اور دانشور تھے، اللہ کی توفیق سے اسلام لائے اور کئی مفید کتابوں کے مصنف بنے۔ وہ اپنی مشہور کتاب ''ISLAM AT THE CROSSROADS'' میں لکھتے ہیں:

> ''ہماری پوری تعلیمی پسماندگی اور علمی بے بضاعتی اس مہلک اثر کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی جو مغرب کے نظام تعلیم کی اندھی تقلید، اسلام کی مخفی دینی طاقتوں پر ڈالے گی، اگر ہم اسلام کے جوہر کو یہ سمجھ کر محفوظ رکھنا چاہتے ہیں کہ وہ ایک مستقل علمی وتہذیبی عنصر ہے، تو ہمارے لئے ضروری ہوگا کہ ہم مغربی تمدن کے ذہنی ماحول اور فضا سے دور دور رہیں، وہ فضا جو ہمارے معاشرے اور ہمارے میلانات پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے تیار ہے، مغرب کے طور وطریق اور اس کے لباس ومظاہر زندگی کو قبول کرلینے سے مسلمان آہستہ آہستہ مغرب کے نقطۂ نظر کو قبول کرنے پر مجبور ہوجائیں گے، خارجی مظاہر کی تقلید اس ذہنی رجحان تک پہونچا دیتی ہے۔''

امید ہے کہ آپ ایک مغربی مبصر کا یہ اقتباس یہاں پیش کرنے سے میرا مقصد سمجھ گئے ہوں گے۔ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ اگر ایک مغربی دانشور بھی یہ سمجھتا ہے کہ ہمیں مغرب کے نظام تعلیم کی اندھی تقلید سے بہر قیمت بچنا چاہیئے، خواہ ہمیں اس کی قیمت تعلیمی پس ماندگی اور علمی بے بضاعتی کی شکل میں ادا کرنی

پڑے ۔۔۔تو ہمارے اِن قدیم اور بالغ نظر علماء کرام سے اس کے سوا اور کس موقف کی توقع کی جاسکتی ہے؟ اور اگر انہوں نے یہی فیصلہ کیا تو کیا غلط کیا؟

بہر حال ہمارے خیال میں اب وقت آگیا ہے کہ ہم ماضی قریب اور ماضی بعید کے اپنے اکابر و اسلاف کے نہج کی طرف واپسی کی ایک بصیرت مندانہ، محتاط اور پر عزم کوشش عملی طور پر شروع کریں۔ ماضی قریب کے اسلاف سے میری مراد ہمارے اکابر دار العلوم ہیں [۱] اور ماضی بعید کے اسلاف سے مراد وہ عظیم علماء و محققین ہیں جنہوں نے دراصل سائنسی علوم کی تدوین کا آغاز کیا۔ بلاشبہ سائنسی علوم کے بانی اور سائنسی طریق تحقیق کے موجد ہمارے ہی اسلاف تھے، جنہوں نے قرآن حکیم کے حکم کی تعمیل میں مظاہر قدرت کا مشاہدہ و مطالعہ شروع کیا تھا، کیونکہ ان کو بتایا گیا تھا کہ خدا کی ہستی اور خدا کی صفات جمال وجلال کے نشانات مظاہر قدرت کے اندر آشکار ہیں، چنانچہ انہوں نے خدا کی معرفت کی جستجو ہی میں مظاہر قدرت کا مشاہدہ اور مطالعہ کیا اور اس سے جو نتائج حاصل کئے ان کو ضبط تحریر میں لائے، آج اسی قسم کے نتائج کو ہی ہم سائنس کا نام دیتے ہیں۔

چونکہ دنیا کے ان پہلے سائنس دانوں کی سائنس خدا کے عقیدے سے پیدا ہوئی تھی لہٰذا وہ خدا کے عقیدے کے ارد گرد گھومتی تھی، اور اس سے حاصل ہونے والے آلات اور صلاحیتوں کا استعمال خدا کو راضی کرنے ہی کی نیت سے اور انسانیت کی خدمت ہی کے لئے ہوتا تھا۔ جب اسپین کے مسلمانوں کے سیاسی حالات نے، زیادہ تر آپسی اختلاف اور باہمی چپقلشوں کی وجہ سے، پلٹا کھایا اور وہ اسپین سے نکلنے پر مجبور ہوئے تو سائنس یورپ کے ان لوگوں کے ہاتھ میں آئی جو بگڑی ہوئی مسخ شدہ عیسائیت (PAULISM) کے پیرو تھے یا اس کے عقل اور عدل سے دشمنی والے مزاج کی وجہ سے مذہب اور اہل مذہب سے سخت بیزار تھے۔ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ دین اور دنیا دو الگ الگ چیزیں ہیں، لہٰذا دنیا کے علم کو جسے سائنس کہا جاتا ہے خدا سے کوئی تعلق نہیں، اس طرح سائنس سے خدا کا نام خارج کر دیا گیا۔ یہ ایک وجود کو دو الگ الگ حصوں میں بانٹ دینے اور خود حقیقتِ کائنات کو دو حصوں میں تقسیم کر دینے کی ایک نامعقول اور ناپاک جسارت تھی، جس کے پیچھے کوئی علمی یا عقلی دلیل موجود نہیں تھی۔ تاہم سائنس کی بے خدائیت کا عقیدہ جو بگڑی ہوئی

---

[۱] جہاں تک ندوۃ العلماء اور اسکے عظیم علماء کا تعلق ہے تو یہاں ان کا تذکرہ کرنے کی اس لئے ضرورت نہیں سمجھی گئی کہ اس بارے میں ان کا موقف تو اظہر من الشمس ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اس موضوع پر بھی دار العلوم دیوبند، اور ندوۃ العلماء کے بزرگوں کے موقف میں مجھے تو کوئی اختلاف نظر نہیں آتا۔

عیسائیت کے بطن سے یا اس کے ردعمل کی وجہ سے پیدا ہوا تھا اس نے عیسائی مغرب کی دنیا پر اپنی گرفت مضبوط کرلی، اور پھر اسی وجہ سے ایسے سائنسی نظریات وجود میں آئے جو دراصل اسی کی پیداوار تھے مگر ان کو اس کا نتیجہ سمجھنے کے بجائے اس کا سبب اور ثبوت سمجھا جانے لگا۔ ایسے ہی سائنسی نظریات میں ہم، انیسویں صدی کی طبیعیاتی مادیت اور میکانیت کو اور ڈارون کے میکانکی اور مادی نظریۂ ارتقاء کو شمار کرسکتے ہیں ،جنہوں نے اس بے بنیاد خیال کو ایک سائنسی حقیقت کا درجہ دیا کہ قدرت میں کوئی تخلیقی یا راہنما قوت موجود نہیں، اور خدا کا عقیدہ بظاہر دونوں کی تشریح کے لئے غیر ضروری ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ رفتہ رفتہ یہ بھول گئے کہ سائنس کی بے خدائیت دراصل ایک مذہبی عقیدہ ہے، جس کو بگڑی ہوئی عیسائیت نے جنم دیا تھا، اور یہ سمجھنے لگے کہ یہ خود سائنس ہی کی ایک ضرورت ہے۔ اب بھی مغرب کے سائنس داں ہمیشہ یہ کوشش کرتے رہتے ہیں کہ سائنس کو ہر اس راستے سے بچائیں جو خدا کے عقیدہ کی طرف جاتا ہے، اور اس کو سختی کے ساتھ اس چہار دیواری کے اندر بند رکھیں جو سائنس کی بے خدائیت کے نامعقول عقیدہ نے اس کے ارد گرد بنا رکھی ہے، چنانچہ وہ ایسے حقائق کو نظر انداز کرتے ہیں جو قدرت میں کسی ذہنی یا تخلیقی قوت کی کارفرمائی کا ثبوت بہم پہونچاتے ہوں خواہ وہ ثبوت کتنا ہی یقینی اور قطعی کیوں نہ ہو؟

اگرچہ بے خدا سائنس یہ نہیں کہتی کہ خدا موجود نہیں ،لیکن وہ مظاہر قدرت کا مشاہدہ اور مطالعہ اس طرح سے کرتی ہے کہ گویا ان کا کوئی خالق نہیں ، اور اگر ہے تو اس کی صفات کا کوئی نشان ان کے اندر موجود نہیں ۔ اس طرح سے وہ اس دروازے کو بند کردیتی ہے جس کی راہ سے خدا کی معرفت اور محبت کا نور سب سے پہلے انسان تک پہونچتا ہے۔

قرآن مجید نے، انسانی تاریخ میں پہلی بار یہ کہا تھا کہ خدا کی معرفت کا ایک ذریعہ مظاہر قدرت میں خدا کی صفات کا مشاہدہ اور ان میں تفکر بھی ہے، اسی مشاہدۂ قدرت اور تفکر کے ذریعہ خدا کی صفات ،خالق، رب، رحیم، کریم، عادل، حفیظ، علیم، سمیع، بصیر، قدیر وغیرہ کے معانی سمجھے جاسکتے ہیں۔

اسی طرح قرآن نے یہ بھی بتایا ہے کہ خدا کی معرفت کا دوسرا ذریعہ ذکر ہے جس کی مدد سے اللہ کے قرب کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

حضرات! بے خدا سائنس کے اس زمانے میں جتنے فلسفے اور نظریات پیدا ہوئے ہیں مثلاً ڈارونزم، مارکسزم، فرائڈزم، لاجیکل پازیٹوزم، ہیومنزم وہ سب بے خدا ہیں۔ یا مثلاً بے خدا فلسفۂ سیاست، بے خدا فلسفۂ اخلاق، بے خدا اقتصادیات، بے خدا قانون، بے خدا فلسفۂ تعلیم، بے خدا نفسیاتِ فرد، بے خدا نفسیاتِ معاشرہ۔

پس جان لیں کہ سائنس کا بے خدا ہونا کوئی معمولی سا، معصوم سا اور بے ضرر سا تغیر نہیں۔ جو صرف کتابوں ہی میں آیا ہو، اس نے انسان کی کتابوں کو ہی نہیں بدلا، بلکہ اس کے جملہ عقیدوں، قدروں

Values، منصوبوں، مقصدوں اور نیک و بد کے معیاروں حتی کہ امیدوں اور آرزوؤں کو بھی بدل کر اس کے اعمال و افعال کو بھی بدل ڈالا ہے۔

اس لئے سائنس کی بے خدائیت عالم انسانی کا ایک بہت بڑا حادثہ ہے جس نے تاریخ کا رخ موڑ دیا ہے۔ اور اگر کوئی چاہتا ہے کہ یہ عالمگیر فساد ختم ہو، اور انسان پھر سے انسان بنے تو اسے اس سائنس اور اس سے بننے والے طرز فکر کو معرفت خداوندی اور خدمت خلق کے مقصد سے جوڑنے کا ''جہاد کبیر'' کرنا ہوگا۔ اور سائنس اور تمام علوم کو اللہ کی کتاب سے مربوط کر کے یا دوسرے لفظوں میں اللہ کی کتاب کائنات اور کتابِ ہدایت کو جو دراصل ایک دوسرے کی تشریح کرتی ہیں باہم مربوط کر کے پڑھنے اور پڑھانے کے رواج کو از سر نو زندہ کرنے کی جدوجہد کرنی ہوگی۔

امید ہے کہ اب آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ اِن علوم کو جن کو آج کل غلطی سے عصری یا مغربی علوم کہا جانے لگا ہے اور جنہیں صرف روزی روٹی سے جوڑ دیا گیا ہے انہیں دارالعلوم امام ربانی میں کن مقاصد کے تحت داخل کیا گیا ہے اور انہیں کس انداز سے پڑھایا جا رہا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے خاص کرم اور اسکی توفیق سے جو ٹوٹی پھوٹی نسبت یہاں کے خادموں کو اکابر و مشائخ اور ان کے ذوق و مزاج سے حاصل ہے اس کے طفیل یہاں ایسا ماحول بن گیا ہے جس کے زیر اثر انشاء اللہ یہاں کے طلبہ مغربی تہذیب اور اس کے مذموم اثرات سے محفوظ رہتے ہوئے اِن علوم کو حاصل کر سکیں گے اور ''انما الاعمال بالنیات'' (کسی بھی کام کا وہی نتیجہ نکلتا ہے جو اس عمل کے کرنے کا اصل مقصود ہوتا ہے) کے لازوال قدرتی قانون کے بموجب ان علوم کے ذریعہ بھی اولاً ان کے دل میں اللہ کی عظمت و کبریائی کا احساس اور آخرت کی فکر جیسے اوصاف ہی پیدا ہوں گے، نیز انشاء اللہ آگے چل کر وہ اسلامی اور انسانی برادری کی بہتر خدمت بھی کر سکیں گے۔ و لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا، و ما ذالک علی اللہ بعزیز۔

حضرات! میں نے آپ کا کافی وقت لے لیا، پھر بھی یہاں قائم دوسرے ادارے معہد الامام ولی اللہ الدھلوی کے بارے میں کچھ نہیں عرض کر سکا۔ بس مختصراً اتنا سن لیجئے کہ دور حاضر میں علماء امت کو جس مثبت معتدل اور جامع و متوازن ذوق و مزاج کی ضرورت ہے، اور اسلام کی ایسی تشریح و تفہیم کے ملکہ اور استعداد کی ضرورت ہے جس میں ایک طرف تو نئے زمانے کی نفسیات اور اس کی ذہنی ساخت کی بھی پوری رعایت ہو۔ دوسری طرف کتاب و سنت کی تعلیمات اور اسلاف کے قائم کردہ حدود سے ایک قدم تجاوز بھی نہ ہو، اِن دونوں چیزوں کے لئے سب سے زیادہ رہنمائی ہمیں دورِ حاضر کے مجدد و امام حضرت شاہ ولی اللہؒ کے علوم و معارف اور ان کے افکار و تعبیرات کے گہرے فہم سے ہی مل سکتی ہے۔ اسی بناء پر یہاں معہد میں یہ

کوشش کی جارہی ہے کہ نوجوان علماء کو اس ذوق ومزاج اور اس ملکہ واستعداد سے آراستہ کیا جائے، ساتھ ہی ان کو انگریزی زبان، سیاسیات، معاشیات، تاریخ وجغرافیہ وغیرہ کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔

یہ مختصر سا تذکرہ ان خدمات کا ہے جو یہاں تعلیمی میدان میں انجام دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اِن کاموں کو کیسی صلاحیتوں کی اور کتنے وسائل کی ضرورت ہے؟ کاش کہ ہماری ملت کے ایک ایک فرد کے اندر اپنی جان، مال اور اپنی ہر شئے کو خرچ کرنے کا حوصلہ اور سلیقہ آجائے تو دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں!!!

یہ کمزور وناتواں بندہ اور اس کے جواں عمر وجواں ہمّت رفقاء تو بارگاہ خداوندی میں زبانِ حال اور زبانِ قال سے یہ عرض کرنے کی جسارت کرتے رہتے ہیں کہ:

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ○

آخری کلمہ اللہ کی حمد وثنا ہے، اور رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں صلوٰۃ وسلام، اور اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں پر شرمندگی کے ساتھ ہزاروں بار استغفار!

☆☆☆

الفرقان کی ملکیت ودیگر تفصیلات کے متعلق اعلان

(مطابق فارم ۴ دیکھئے قاعدہ نمبر ۸)

مقامِ اشاعت	پرنٹر وپبلشر کا نام وپتہ قومیت	ایڈیٹر کا نام وپتہ، قومیت	ملکیت
لکھنؤ	محمد حسان نعمانی، (۳۱، نیا گاؤں مغربی، لکھنؤ) ہندوستانی	خلیل الرحمٰن سجاد، (۳۱، نیا گاؤں مغربی، لکھنؤ) ہندوستانی	خلیل الرحمٰن سجاد (پروپ رائٹر)

میں محمد حسان نعمانی اعلان کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات میرے علم ویقین میں بالکل صحیح ہیں۔

دستخط: محمد حسان نعمانی

لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی

لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی ہاتھ آجائے مجھے میرا مقام اے ساقی !
میری مینائے غزل میں تھی ذرا سی مے باقی شیخ کہتا ہے کہ ہے یہ بھی حرام اے ساقی !
شیر مردوں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی رہ گئے صوفی و ملّا کے غلام اے ساقی!
عشق کی تیغِ جگر دار اڑا لی کس نے علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی!
سینہ روشن ہو تو ہے سوزِ سخن عینِ حیات ہو نہ روشن،تو سخن مرگِ دوام اے ساقی!
تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ تیرے پیمانے میں ہے ماہ تمام اے ساقی !

(علامہ اقبالؒ)

محفل (۱۳۵) سورۃ المائدۃ (۱۳)

حضرت مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی مدظلہٗ

قرآنی آیات کی سچائیوں نے یہود کا دماغی توازن درہم برہم کیا ہوا ہے

پر، اے رسول تم وہ سب کا سب پہنچاؤ جو تم پر نازل کیا جارہا ہے، نہیں تو رسالت کا حق نہیں ادا ہوا

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَیْدِیْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ
یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ یُنْفِقُ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ وَلَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّآ
اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَّ كُفْرًا ؕ وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ
وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ
وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ
الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ
النَّعِیْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ مِّنْ
رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ
مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ
اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ
یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۷﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ
الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ

اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ
طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا
تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ
فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ
مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

ترجمہ

یہود کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بندھ گیا ہے۔ بندھے ہوئے ہیں ان کے ہاتھ اور ملعون وہ ہوئے اپنے اس قول کے سبب۔ اللہ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہیں، وہ جس طرح چاہتا خرچ کرتا ہے۔ اور (بات یہ ہے کہ) تم پر جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ ان میں سے بیشتر کو کفر و سرکشی میں بڑھاتا ہی رہے گا۔ اور ہم نے عداوت و کینہ اُن میں ڈالدیا ہے قیامت تک کے لئے۔ جب بھی وہ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے۔ لگے رہتے ہیں زمین میں فساد پھیلانے کو۔ اور اللہ نہیں مفسدوں کو پسند کرتا (۶۴) اور یہ اہلِ کتاب اگر ایمان لے آتے تو ہم ان پر سے ان کے گناہ محو کر دیتے اور نعمت کے باغوں میں انھیں داخل کرتے (۶۵) اور اگر وہ تورات و انجیل پر اور جو ان کی رب کی طرف سے ان پر اتارا گیا ہے اس پر کاربند ہوتے تو 'خوب' اپنے اوپر سے بھی کھاتے اور نیچے سے بھی۔ اور ایک جماعت ان میں میانہ رو بھی ہے پر اکثر اُن میں کے وہ ہیں کہ بداعمالیاں ہی کرتے ہیں (۶۶)

پیغمبر، تم پہنچاؤ جو کچھ بھی تمھارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے۔ اور تم نے اگر یہ نہ کیا تو تم نے اللہ کا پیغام پہنچایا ہی نہیں۔ اور اللہ محفوظ تمھیں رکھے گا لوگوں کے شر سے۔ اللہ بے شک کافروں کو راہ (اپنے ارادوں میں کامیابی کی) نہ دے گا (۶۷) کہو

کہ اے اہلِ کتاب تم ذرا بھی دینِ حق پر نہیں جب تک کہ کار بند نہ ہو تورات وانجیل پر اور جو کچھ بھی تم پر تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اس پر۔ اور ضرور (اے نبی) وہ کہ جو تم پر تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے ان میں کے اکثر کو کفر اور سرکشی میں بڑھا کر رہے گا۔ سو تم اس کافر قوم کے حال پر غم میں نہ پڑو (۶۸) بے شک وہ کہ جو ایمان لائے ہیں اور وہ کہ جو یہودی ہوئے یا صابی یا نصرانی جو بھی اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لایا اور نیک عمل اس نے کئے تو ایسوں کو نہ کوئی اندیشہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (۶۹)

ہم نے یقیناً بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا اور بہت سے پیغمبران کے پاس بھیجے۔ جب جب کوئی رسول ان کے پاس ایسی بات لیکر آیا جس کو ان کا جی نہ چاہتا تو بعض کی تکذیب کرتے اور بعض کو قتل کر دیتے (۷۰) اور سمجھا کئے کہ کچھ وبال نہ پڑے گا، پس اندھے اور بہرے ہو گئے۔ پھر اللہ نے ان پر رحیمانہ توجہ فرمائی تو بہت سے ان میں پھر بھی اندھے اور بہرے ہی بنے۔ اور اللہ خوب دیکھ رہا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں (۷۱)

ربطِ کلام

یہود کی نا کردنیوں کا بیان ہو رہا تھا، یہ اسی سلسلہ کا بقیہ ہے۔ پیچھے آلِ عمران میں ان کا یہ قول گزرا ہے کہ ''اللہ تو فقیر ہے اور ہم غنی'' (لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَاۗءُ) اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کتنے بیباک یہ جنابِ الٰہی میں تھے۔ پس انھیں یہ کہنے میں بھی کچھ نہیں لگ سکتا تھا کہ ''يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ'' (اللہ کا ہاتھ ان دنوں بندھا ہوا یا بند ہے۔) ہاتھ بند ہونا تو اردو میں بھی بخل سے کنایہ ہے۔ اور عربی میں بندھا ہوا ہونا بھی یہی مفہوم رکھتا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ (اپنا ہاتھ گردن سے باندھ کر نہ رکھو) اسی مفہوم میں آیا ہے۔

بہر حال فقیر بتانے کے بعد بخیل بھی معاذ اللہ حضرتِ حق کو بتانے میں انھیں باک نہ ہوا۔ سو جتنی بھی لعنت ان کی اس خباثت پر نہ برستی کم تھا۔ اوّلاً فرمایا: ہاتھ تو خود ان کے بندھے ہوئے ہیں۔ (چنانچہ حرام خوری کی عادت کا ذکر ابھی گزرا ہے۔ اس میں وہی مبتلا ہوگا جو صرف لینا جانتا ہو دینا نہیں۔) مزید ''لُعِنُوْا'' کہہ کر لعنت کا طوق ان کے گلے میں ڈالا گیا۔ اور پھر ان کے بندھے ہاتھوں کے مقابلے میں

فرمایا۔ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ اس (اللہ) کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ دونوں ہاتھوں کھلے ہونا، بیحد فیاضی بتانے کا محاورہ ہے۔ یعنی اللہ کی داد و دہش تو دونوں ہاتھ والی ہے۔ اس کے یہاں بخیلی کا کیا گزر، یہ الگ بات ہے کہ کسی فرد یا کسی گروہ کے رزق میں کسی وقت کسی بھی سبب یا کسی بھی مصلحت سے اس کی حکمت تنگی کا فیصلہ کر دیتی ہے۔ ہوسکتا ہے ان کے کسی ایسے ہی وقت کا یہ کلمہ ہو جب ان پر تنگی پڑی ہوئی ہو۔ اور بعض روایات سے ایسا ہی معلوم بھی ہوتا ہے۔

آگے ارشاد ہے: وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ط یہ جو تم پر قرآن نازل ہو رہا ہے اس نے دراصل ان لوگوں کا دماغی توازن خراب کیا ہوا ہے۔ اللہ بنی اسرائیل کے سوا کسی اور سے بھی کلام کرنے لگا، نبوت کسی اور کے گھر جا اُتری! یہ حاسدانہ سوچ ان سے اُوٹ پٹانگ باتیں تمہارے اور اللہ کے بارے میں کراتی رہتی ہے۔ مزید فرمایا: وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ط ہم نے ان میں باہم کینہ وعداوت ڈالدی ہے۔ یہ گویا نتیجہ ہے ان کی سرکشی اور کافرانہ رویہ کا۔ اور یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح اسی سورہ کی آیت ۱۴ میں نصاریٰ کے بارے میں گزرا کہ حق کے معاملہ میں ان کی بدتوفیقی کی سزا ان میں سدا کے لئے بغض و عداوت ڈال کر دی گئی ۔ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ آگے ان (یہود) کی اسی سرکشی کے عملی مظاہر میں سے ایک سخت مفسدانہ وفتنہ پردازانہ رویہ کی طرف اشارہ فرمایا گیا کہ شہر میں جنگ کی آگ بھڑکانے کوشش میں لگے رہتے ہیں، بس یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ ان کی چلنے نہیں دیتا۔ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ لا (جب بھی انھوں نے جنگ کے لئے آگ بھڑکائی اللہ نے اسے سرد کر دیا۔) یعنی اسلام اور پیامِ قرآن کی اشاعت کو روکنے کا یہ بھی ایک حربہ تھا کہ آبادی کے مختلف حلقوں میں کشیدگی اور بے اعتمادی کی فضا رہے۔ واللہ اعلم

اللہ کا درِ رحمت و مغفرت پھر بھی کھلا ہے

آگے دو آیتوں میں ان لوگوں کے لئے اشارہ ہے کہ اب بھی وقت ہے اپنی راہ درست کرلیں اور دنیا اور آخرت دونوں میں اللہ کے انعام وکرم کے سزاوار ہوجائیں۔ فرمایا: وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٦٥﴾ ---- (اور اہلِ کتاب اگر ایمان لاتے اور تقویٰ کی راہ چلتے تو ان کے گناہ ہم ان پر سے محو کر دیتے اور نعمت کے باغوں میں ان کو داخل کرتے۔) اور (وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِم مِّن رَّبِّهِمْ لَأَكَلُوا

مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ) صرف آخرت ہی نہیں دنیا بھی ان پر فراخ ہوتی اگر تورات و انجیل اور مزید جو کچھ (بشکلِ قرآن) نازل ہوا ہے اس کے احکام پر کاربند ہوتے اور تقویٰ اختیار کرتے لیکن صورتِ حال کیا تھی؟ اس کے بارے فرمایا گیا: مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ط وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ (بس ایک جماعت اُن میں ہے جو راہِ راست پر کاربند ہے ورنہ اکثریت نافرمانوں کی ہے۔ (تورات وانجیل اور قرآن کے احکام پر عامل ہونے کا کیا مطلب ہے؟ یہ آگے آرہا ہے۔)

رسول کو ہر بات پہنچانی ہے ورنہ فرض ادا نہ ہوا

اہلِ کتاب میں بگاڑ کا یہ عمومی حال اور خاص طور پر ان میں کے یہود کا وہ پُرعداوت رویہ کہ ہر وقت جنگ کے شعلے بھڑکانے کی تدبیریں، اور منافق ان کے آلۂ کار، ایسے پرخطر ماحول میں یہ سب تلخ و تند باتیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کلامِ الٰہی کی شکل میں کہلوائی جارہی ہیں۔ وہ بوجھ کہ پہاڑ کا جگر بھی جواب دے جائے۔ یہ وہی بوجھ تھا جس کے تجربہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ میں قریش کے شرک کے خلاف پیغامِ حق پہنچانے میں گزر چکے تھے۔ اس موقع پر حق تعالیٰ کی طرف سے فرمایا گیا تھا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾ (سورۃ الحجر)

---پس برملا وہ بات کہو جس کا حکم تمھیں دیا جارہا ہے، اور ذرا التفات مشرکوں کی طرف نہ کرو، ہم کافی تمھاری طرف سے اِن ٹھٹا اُڑانے والوں کے لئے ہیں جو اللہ کے سوا غیر کو معبود ٹھیراتے ہیں۔ اور ہم خوب جانتے ہیں کہ تمھارا دل ان کی بکواس سے تنگ ہوتا ہے۔ سو تم تسبیح اپنے رب کی حمد کے ساتھ کرو اور سجدہ گزار رہو، اور بندگی اپنے رب کی کرتے رہو یہاں تک کہ یقین (والی گھڑی) تمھیں آپہنچے۔

اور اب اِس مدنی موقع پر بھی بالکل یہی کچھ دوسرے الفاظ میں ارشاد ہوا ہے۔ فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ط وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط (اے رسول تم پہنچاؤ جو کچھ تمھارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا جارہا ہے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کا پیغام تم نے گویا پہنچایا ہی نہیں۔ اور لوگوں کے شر سے تمہیں اللہ بچائے گا۔) یعنی اگر تمھیں

خطرہ ہو کہ اللہ کی طرف سے نازل کی گئی یہ کھری کھری باتیں کہیں ان کو مشتعل نہ کر دیں تو تم بالکل بے فکر رہو اللہ ان کے شر سے تمھاری حفاظت کرے گا۔ مزید فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۞ ۔بیشک اللہ کافروں کو نہیں راہ یاب کرتا) یعنی ان کے مخالفانہ منصوبوں اور تدبیروں کو کامیابی کی راہ نہیں مل پائے گی۔ یہ ''ہدایت'' بظاہر دینی ہدایت کے معنیٰ میں نہیں بلکہ اس معنیٰ میں ہے جس معنیٰ میں سورۂ یوسف کے اندر آتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الخائنين (اللہ خیانت کاروں کی تدابیر کو راہ نہیں دیا کرتا۔)

اہلِ کتاب کے لئے تلخ ترین بات

اس فرمان کے بعد اہلِ کتاب کو صاف صاف جتائے جانے کا حکم ہوا کہ وہ دعوے کچھ بھی کیا کریں ،دینِ حق سے کوئی رشتہ ناطہ ان کا اس وقت تک فی الحقیقت نہیں جب تک کہ تورات وانجیل پر اور اس کے بعد جو کچھ نازل فرمایا گیا اس پر وہ کاربند نہ ہوں۔(قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ) تورات وانجیل کے بعد نازل کی جانے والی چیز قرآنِ پاک ہے۔اس کو بھی ماننے کی شرط وہی معنیٰ رکھتی ہے جو بار بار گزر چکا کہ رسولوں اور ان کے لائے ہوئے پیغاموں کے درمیان تفریق کے ساتھ ''ایمان'' ایمان نہیں ہوتا خالص کفر ہوتا ہے۔اور اللہ کا جو بھی رسول بعد میں آئے اسے مان کر اس کی اتباع کرنے کا مطلب سابق انبیاء (علیہم السلام) کا رد نہیں ہوتا۔یہ سب ایک ہی سلسلہ کے لوگ ہیں۔اصولاً ان کا پیغام بھی ایک ہی ہے۔اور وہی اصلِ دین ہے۔شریعت کے کچھ احکام بدل جائیں تو دین نہیں بدلتا۔

اس صاف صاف جتائے جانے کے ذریعہ اُن پر آخری درجہ کی حجت تمام کرائی جارہی تھی، کہ کل کے لئے کوئی عذر ان کے پاس نہ رہ جائے۔(اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول تھے،جس کا اشارہ پیچھے اسی سورہ میں انہی لوگوں سے خطاب میں آیت ۱۹ (يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ؗ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ) میں گزر بھی چکا ہے۔) یہ نہیں تھا کہ اس فاش گوئی سے ان کے پتھر دل پسیج ہی جائیں گے۔لیکن ان کا پھر بھی نہ مان کے دینا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تو یقیناً غمگین کرنے والا تھا۔کہ کیسے مریض اس کے پلّے پڑے ہیں کہ کسی آگاہی پر بھی ان کے کان نہیں کھلتے! پس بظاہر آپ کی پیشگی آگاہی اور تسلی کے لئے آگے فرمایا جاتا ہے: وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى

الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۝۶۸۔ (اس کے بعد بھی ان میں ہدایت تو کم ہی کو ہوگی۔ بیشتر کا غصہ ہی تم پر بڑھے گا۔ مگر تم ان ناہنجاروں کا کوئی غم نہ اُٹھاؤ۔)

آخرت کی کامیابی سب کے لئے ایک ہی شرط پر منحصر

آگے ارشاد ہوا: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰی ۔۔۔۔ یہ آیت ایک ذرا سے فرق کے ساتھ بعینہٖ وہ ہے جو سورۂ بقرہ میں اسی طرح کے مضمون کے سیاق میں آئی تھی جس طرح کا مضمون (اہلِ کتاب، بالخصوص یہود، کو رد کرنے کا) یہاں چل رہا تھا۔ مقصود یہ بتانا ہے کہ ان کو رد کیا جانا سوائے اس کے اور کسی بنیاد پر نہیں کہ وہ اللہ کے یہاں مقبولیت کی بنیادی شرط ایمان و عمل صالح پوری نہیں کرتے۔ ورنہ جن یہود، جن نصاریٰ اور جن صابئین نے یہ شرط پوری کی ہے وہ آخرت کے نجات پانے والوں میں سے ہیں۔ اس طرح کی آیتوں پر جو ایک سوال لوگوں کے ذہن میں آتا ہے وہ یہاں آنا تو اس لئے نہیں چاہئے کہ ایک ہی پیراگراف اوپر کی سطروں میں ایسی بات گزر چکی ہے جو اس کا سدِّ باب کرتی ہے۔ پھر بھی کسی کو زیادہ تفصیل چاہئے تو وہ پہلی جلد میں سورہ بقرہ کی آیت ۶۲ کے ماتحت دیکھی جا سکتی ہے۔

یہود ناراض نہ ہوں اپنے کردار پر نظر کریں

اس ارشاد کے بعد ایک بار پھر یہود کو مختصراً یاد دلا دیا جا رہا ہے کہ وہ کیوں اللہ کی نظرِ عنایت سے گرے، تا کہ شکایت نہ رہے۔ فرمایا: لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ ۔۔۔۔ ہم نے بنی اسرائیل سے عہدِ اطاعت لیا تھا۔ اور ان کی رہنمائی اور یاددہانی کے لئے رسول کے بعد رسول بھیجتے رہے۔ لیکن ان کا معاملہ یہ رہا کہ رسول کی کوئی بات خواہشِ نفس کے خلاف پڑ رہی تھی تو نفس سے جنگ کرنے کے بجائے اللہ کے ان رسولوں کے خلاف جنگ کا علم انھوں نے اُٹھایا۔ حتّٰی کہ کتنوں کو قتل تک کر دیا۔ تاہم موقعوں پر موقعے انھیں پھر بھی دیے مگر ان کی نفسانیت انھیں اندھا اور بہرا ہی کیے رہی۔

☆☆☆

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

۸۲ سالوں سے شائع ہونے والا یہ رسالہ، صرف ایک رسالہ نہیں بلکہ یہ ایک مکتبہ فکر ہے۔

یہ ایک تحریک ہے، یہ دین کی بنیادی دعوت کا ترجمان ہے۔

غیرت وحمیّت، نیز مومنانہ بصیرت کا علمبردار ہے۔

قدیم صالح، جدید نافع کا حسین امتزاج ہے۔

سالہا سال سے لگاتار آج تک یہ امت کی رہنمائی کے فرائض انجام دے رہا ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ

زیادہ سے زیادہ لوگ اِس سے فائدہ اُٹھائیں، تو آپ بھی اِس کارِ خیر میں ہمارے ساتھ شامل ہو کر ہمارا تعاون کریں،

۞ سالانہ خریدار بنیں۔ ۞ اپنے کسی دوست، رشتہ دار یا اپنے محلہ کی مسجد کے لئے اپنی طرف سے رسالہ جاری کروائیں۔ ۞ اپنے یا اپنے سے متعلق کسی شخص کے حلال کاروبار وغیرہ کا اشتہار رسالہ میں شائع کروائیں۔

ہم سے رابطہ کریں:

دفتر ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، 114/31، نظیر آباد لکھنؤ، فون 4079758-0552

خانقاہِ نعمانیہ مجددیہ، ممداپور، نیرل، تعلقہ کرجت، رائے گڑھ (مہاراشٹر) موبائل 07744960574

Email. monthlyalfurqanlko@gmail.com

حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

بچوں کی پرورش

(کچھ اہم باتیں لڑکیوں کی پرورش کے لئے)

حمد وصلوٰۃ اور تعوذ وتسمیہ کے بعد!　　﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

اللہم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم

بیٹی اللہ تعالی کی رحمت، گھرانے کی عزت ہوتی ہے۔

آج کا عنوان ہے لڑکیوں کی پرورش، بیٹا اللہ تعالی کی نعمت ہوتا ہے، بیٹی اللہ تعالی کی رحمت ہوتی ہے، بیٹی کسی گھرانے کا ناموس ہوتی ہے، عزت ہوتی ہے، اس کے دامن پہ دھبہ پورے خاندان کی رسوائی کا باعث ہوتا ہے، اس کی دلیل قرآن پاک سے ملتی ہے کہ جب بی بی مریمؑ اپنے بیٹے عیسیٰؑ کو لیکر قوم کی طرف گئیں، تو قوم نے دیکھا ایک لڑکی اپنے ساتھ ایک بچے کو لے کر آئی ہے، توانہوں نے پوچھا ''يَا أُخْتَ هَارُوْنَ '' اے ہارون کی بہن ''مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَءَ سَوْءٍ'' تمہارے والد تو برے نہیں تھے ''وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا '' اور تمہاری والدہ بھی بدکار نہیں تھیں۔ تو اس آیت پر غور کیجئے کہ بات لڑکی سے ہورہی ہے مگر تذکرہ اس کے والد کا، اس کی ماں کا ہورہا ہے، تو معلوم ہوا کہ بچی کی ایک غلطی پورے خاندان کی عزت کو خاک میں ملادیتی ہے۔ اللہ رب العزت نے بیٹی کو حیاء کے زیور سے آراستہ کیا ہے، اسی لئے پاکدامن لڑکی کی دعا اللہ کے یہاں مستجاب الدعوات ولی کی طرح قبول ہوتی ہے، اللہ تعالی ہر لڑکی کو پاک پیدا فرماتے ہیں، جب تک کہ وہ بدکاری کے ذریعہ اپنے آپ کو ناپاک نہ کرلے۔ اللہ کو حیاء اتنی پسند ہے کہ قرآن پاک میں دو لڑکیوں کا تذکرہ کیا ''وَجَاءَتْ اِحْدٰهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَاءٍ'' اور ''ان دو لڑکیوں میں سے ایک آئی حیاء کے ساتھ چلتے ہوئے'' یعنی ان کے چلنے میں حیاء ٹپکتی تھی۔ شریعت نے کہا ''الحیاء شعبة من الایمان'' (حیاء ایمان کا شعبہ ہے) آج کی دنیا بھی اس بات کو مانتی ہے کہ عورتیں ملک وقوم کی شرافت

کا نشان ہوتی ہیں۔ چنانچہ امریکہ کے دوسرے صدر کا نام تھا John Adams اس نے اپنی تقریر میں یہ کہا تھا کہ Women are barometer to the morality and virtue of a nation اس کا مطلب کہ عورتیں کسی بھی ملک، کسی بھی قوم کی شرافت کا نشان ہوتی ہیں۔ لہٰذا لڑکیوں کی پرورش کرنا ایک Difficult Task (مشکل مسئلہ) ہے۔ سب سے پہلے ہم وہ نکات بیان کریں گے، جو آج سائنس کے ذریعہ، سائنسدانوں نے ڈھونڈ لئے اور اس پر متفق ہوگئے۔

لڑکیاں لڑکوں کے مقابلے زیادہ صاف ذہن کی ہوتی ہیں۔

سب سے پہلی بات کہ آج کے دور میں لڑکیاں لڑکوں سے زیادہ اسکول میں اچھے Grade (نمبر) لیتی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پڑھائی پر زیادہ توجہ دیتی ہیں اور خالی ذہن اور سادہ لوح ہوتی ہیں۔ دوسرا یہ کہ اللہ رب العزت نے ان کی طبیعت میں نزاکت رکھی ہے۔ بدن بھی نازک ہوتا ہے، مزاج بھی نازک ہوتا ہے، دل بھی نازک ہوتا ہے، جب کہ اس کے مقابلہ میں لڑکے سخت طبیعت کے مالک ہوتے ہیں۔ حدیث پاک میں بھی نبی علیہ السلام نے خواتین کو قواریر کہا؛ قواریر کہتے ہیں شیشہ کی بنی ہوئی چیز، آج کے زمانے میں جس کو ہم Crystal (شفاف) کہتے ہیں تو یوں سمجھئے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ گویا عورتیں ایک Crystal (صاف و شفاف) کی مانند ہوتی ہیں، تو ان کی تربیت کے حوالے سے ماں باپ کو بہت زیادہ فکرمند ہونے کی ضرورت ہے۔

تو چند باتیں جن کا خیال رکھنا چاہئے، وہ یہ کہ بیٹی کو یہ بتائیں کہ Calmness is skill (خاموش رہنا ایک اچھی عادت ہے) اکثر بچیاں بولنا پسند کرتی ہیں، انسان جتنا بولتا ہے اتنا اپنے لئے مصیبت پیدا کرتا ہے، غلطیاں کرتا ہے۔ ایک حدیث مبارک ہے "البلاء مو کل بالمنطق" کہ "بولنے" سے بلا انسان کے اوپر آتی ہے۔

بچی کی پسند کا کھیل، یا کھلونے میں اُس کو آزاد چھوڑ دیں

بچی جب چھوٹی ہو تو کھیلنے کے جو کھلونے ہیں وہ صرف گڑیوں تک ہی محدود نہیں رکھنا چاہئے بلکہ اس کو O p t i o n s (اختیار) دینا چاہئے وہ کوئی بھی کھلونا کھیل سکتی ہے، مثال کے طور پر اگر اس کے اندر انجینیئر بننے کی اہلیت ہے، تو وہ روبوٹ جیسے کھلونے پسند کرے گی، تو کھلونوں کا اختیار بچے کے اوپر چھوڑنا چاہئے، چاہے وہ Routine (روایتی طریقہ) سے ہٹ کر ہو، اور یہ بات کہ بچیاں Pink (گلابی) کھلونے پسند کرتی ہیں، بچے Blue (نیلا) لیتے ہیں یہ ہماری تقسیم ہے ہر بچی کا اپنا ایک مزاج

ہوتا ہے، تو کھلونوں کے بارے میں بچی پر Restrictions (بندشیں) نہ لگائیں، جس میں وہ دلچسپی محسوس کرے اس کو وہی کھلونے لے کر دیں۔

بچی کو سہیلی کے انتخاب کا سلیقہ سکھائیں

کئی مرتبہ چھوٹی بچی کسی بڑی بچی سے زیادہ متعلق ہوتی ہے، اس کو روکئے مت، ہوسکتا ہے کہ بڑی بچی کی عادتیں اس کو اچھی لگتی ہوں اور اس کی Personality (شخصیت) میں یکسانیت نظر آتی ہو، اگر بڑی بچی اچھی ہے تو چھوٹی کا اس کے ساتھ ملکر کھیلنا یہ کوئی بری بات نہیں ہے، چھوٹی بچی کو ہی یہ سمجھائیں کہ اچھے دوست کا انتخاب کیسے کیا جائے، سب لوگ اچھے دوست نہیں ہوتے، جیسے ہمارے مشائخ اپنے بچوں کو سمجھاتے تھے، جھوٹے سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ دور کو قریب، قریب کو دور ظاہر کرے گا، بخیل سے دوستی نہ کرنا وہ ایسے وقت میں دھوکہ دے گا جب تمہیں اس کی ضرورت ہوگی، فاسق سے دوستی نہ کرنا تمہیں بیچ بھی دے گا اور بھاؤ کا پتہ بھی چلنے نہیں دے گا، رشتے ناطے توڑنے والے سے دوستی نہ کرنا کہ اس پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ بچی کو سمجھائیں کہ بے حیاء لڑکی سے دوستی نہ کرنا اسلئے کہ عورت کی شان حیاء ہے۔ جس میں حیاء نہیں ہوتی اس پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ Develop her soul (اس کی روح اور ضمیر کو جگائیں) اس کو نیکی اور بدی کا فرق سمجھائیں، عام طور پر مائیں بچی کے سامنے یہ تصور واضح نہیں کرتیں، ایک آدھ فقرہ بول دیتی ہیں اور بس ---۔ بچوں کو تو مستقل Foundation (بنیاد) بنانے کی ضرورت ہوتی ہے، پھر بچی کے اندر احساس ذمہ داری پیدا کریں، اس کو بتائیں کہ ایمان والا ہمیشہ R e s p o n s i b l e (ذمہ دار) ہوتا ہے، لہٰذا جو Responsibility (ذمہ داری دی) جائے اس کو نبھانے کی ضرورت ہے۔

بچی کو کوئی بھی چیز پڑھانے کے چار Important points (اہم نکات) ہیں۔

پہلا یہ کہ Do it for them (انکے لئے کام کریں) دوسرا Do it with them (ان کے ساتھ کام کریں) تیسرا Watch while they are doing (ان پر نظر رکھیں جب وہ کام کر رہے ہوں) اور چوتھا ہے Let them do themselves (انکو کام خود کرنے دیجئے) اگر ان چار نکات کا ماں خیال رکھے گی، تو بچہ ہر چیز کو اچھے طریقہ سے کرے گا، آج کل کے استعمال کی اور کھانے پینے کی چیزوں میں کچھ ایسے کیمیکل ہیں، جو بچے میں Behavioural Effect (برتاؤ اور سلوک پر اثر) کا ایک مادہ ہے، وہ ڈالتے ہیں چنانچہ اسکو کہا جاتا BPA جو پلاسٹک میں ہوتا ہے اور سائنس سے یہ ثابت ہوا

کہ Toddler (چھوٹے بچے) کے اندر اس سے مزاج پر برا اثر پڑتا ہے تو بچوں کو جو چیزیں دیں وہ بی۔پی۔اے سے پاک صاف ہونی چاہئے۔

غذا اور مشغولیت کے سلسلے میں سمجھانا

عام طور پر مائیں بچیوں کو شروع سے ہی Diet (غذا میں احتیاط) کے بارے میں بہت محتاط کر دیتی ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچیوں کو Nutrition (قوت بخش غذا) نہیں ملتی۔دو باتیں اس سلسلہ میں کافی ہیں ایک یہ کہ Intelligent eating (ہوشمندی کے ساتھ کھانا) ہونا چاہئے، بچے کو سمجھا دیں کہ کھانا ہو تو اس میں سے اچھا فوڈ کونسا ہے ،دوسری چیز Activity (مشغولیت) اگر وہ Active (مشغول) رہتی ہے کام کرتی ہے، کھیلتی ہے، بھاگتی دوڑتی ہے، تو پھر خوراک بچوں کو نقصان نہیں دیتی بدن کی ضرورت ہوتی ہے، تو فوڈ کے بارے میں دو باتیں اچھی طرح ذہن میں بٹھائیں Intelligent eating (ہوشمندی کے ساتھ کھانا) اور Activity (مشغولیت)۔

سمجھانے اور کسی بات سے منع کرنے کا انداز

پھر اگر بچی کو کوئی بات سمجھانی ہے تو اسکے لئے you (تم) کا لفظ استعمال نہ کریں، تم نے ایسے کیوں کیا؟ بلکہ یوں کہیں کہ یہ دیکھکر مجھے افسوس ہو رہا ہے (میں) کا لفظ زیادہ Effective (اثر انداز) ہوتا ہے بچی کے لئے، کیونکہ وہ بہت احساس کرتی ہے کہ میری وجہ سے دوسرا Hurt (پریشان) نہ ہو وہ بہت حساس طبیعت ہوتی ہے، تو بچی کو جب بھی آپ کو Criticize (تنقید و اصلاح) کرنا ہے تو you (تم) تم نے ایسا کیا، تم ایسی ہو، کہنے کے بجائے یوں کہیں، مجھے افسوس ہوا ایسا دیکھ کر، میں پریشان ہوئی، تو جب آپ ''میں'' کہہ کر بات کریں گی، تو بچی اس بات کا بہت جلدی اثر لے گی، پھر اس کو سمجھائیں کہ جو گھر کے کام ہوتے ہیں، بچیاں اس میں ہمیشہ حصہ لیتی ہیں، خدمت کا جذبہ پیدا کریں، واقعات سنائیں، کہ ایک پیالہ پانی پلانے پر ایک جہنمی جنت میں چلا گیا تھا۔چھوٹے بچوں کو اگر یہ بتایا جائے تو ان میں بچپن میں ہمدردی آجاتی ہے، چنانچہ سیف اللہ کی والدہ[۱] رمضان شریف میں بہت ساری غریب عورتوں کو کچھ کھانے کی چیزیں دیا کرتی تھیں، ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت آگئی اور وہ بوڑھی عورت اپنا دکھڑا سنانے لگی کہ میں بے

---

[۱] یعنی حضرت کی اہلیۂ مکرمہ۔

آسرا ہوں، اکیلی ہوں، کھانا نہیں، پینا نہیں، تنگی کے دن گزار رہی ہوں تو اس کی والدہ نے اس بڑھیا کو بہت سارا آٹا، گھی، اس طرح کی چیزیں دیں اور کہا کہ جائیں اور آپ رمضان کا مہینہ اچھی طرح گزاریں، وہ لیکر جب جانے لگی تو سیف اللہ چھوٹا بچہ تھا، یہ اپنی ماں کے قریب گیا اور کہنے لگا کہ امی اب اس کو یہ چیزیں پکا کر کون دے گا؟ اب دیکھئے کہ کھانے پینے کی چیزیں دے دی گئیں مگر بچے کے ذہن میں اگلے قدم کی سوچ ہے کہ اب اس کو پکا کر کون دے گا، چونکہ یہ اکیلی ہے، تو اس طرح بچے کے اندر خدمت کا ایک جذبہ پیدا کر دیا جاتا ہے۔

بچی کی صورت کی نہیں سیرت کی تعریف کی جانی چاہیئے

Do not praise girl for her apperance یعنی بچی کی تعریف فقط شکل وصورت کی وجہ سے نہ کریں بلکہ Praise should be focused on efforts and accompilishment یعنی انکی تعریف کی جانی چاہئے، انکے اچھے کاموں اور کوششوں کی وجہ سے جیسے تم نے بڑے اچھے نمبرات لئے، تم نے یہ کام کر لیا، یہ بہت اچھا کیا، تو اسکے کاموں کی تعریف کرنی چاہئے، عام طور پر دیکھا ہے کہ ماں باپ صرف شکل وصورت پر تعریف کرتے ہیں تو بچی بچپن سے یہ سمجھ لیتی ہے کہ شکل کا اچھا ہونا ہی خوش نصیبی ہوتی ہے۔

دِل کی بات ماں باپ کو بتانے کا مزاج بنائیں

Encourage daughter to speak her mind بچی کو بچپن میں یہ تربیت دیں کہ جو دل میں ہوتا ہے، وہ ماں باپ کو بتانا چاہئے اور دل میں بات کو چھپانا یہ منافقت ہوتی ہے اور اللہ تعالی منافق بندے کو ناپسند کرتے ہیں، جو بچہ ماں باپ سے بات چھپانا شروع کر دیتا ہے یہ بدکرداری کی پہلی سیڑھی ہوتی ہے، اس لئے بچی کو کہیں کہ کھلے دل کے ساتھ اس کو رہنا چاہئے۔

یہ ذہن میں رکھیں کہ گھر کا ماحول بچے کے ذہن میں یہ خواہش پیدا کرتا ہے کہ اس کو کیا بننا ہے۔ اگر ماحول اچھا ہے تو وہ کہے گی میں حافظہ بنوں گی، میں عالمہ بنوں گی، حضرت جی دعا کر دیجئے میں رابعہ بصریہ بننا چاہتی ہوں، یہ گھر کے ماحول کی وجہ سے ہوتا ہے، اور اگر گھر کا ماحول اچھا نہیں، تو پھر لڑکیاں ایسی عورتوں کے نام لیں گی کہ جن کا نام لینے سے ہی انسان کو حیرت ہوتی ہے۔

صحت وغذایت والے کھانے کی اہمیت بتائیں

بچی کو سمجھائیں کہ Fast food, Junk food (کم غذائیت والے کھانے) اور اس قسم کی جو دوسری چیزیں ہوتی ہیں ان کی غذائیت صحت کے لئے اتنی اچھی نہیں ہوتی، لہٰذا وہ Prefer (ترجیح) کرے Home coocked food (گھر کے بنے ہوئے کھانے) کو، جو زیادہ صحت افزا اور صحت بخش ہوتے ہیں، بچی کے اندر اچھی عادات پیدا کرنے کی کوشش کریں، ذرا بڑی ہو تو اس کو حیاء اور پاکدامنی کے متعلق کتاب پڑھکر سنائیں، اس کو بتائیں کہ لڑکیوں کو زندگی میں جو سب سے بہتر نعمت دی گئی وہ عزت وناموس ہے، اور اس کی حفاظت کرنے پر ان کو جنت ملتی ہے۔

بچی کی ایسی تربیت کریں کہ پریشان کن حالات کا سامنا کرسکے

Make her strong enough to come out from crisis conditions (اسکی ایسی تربیت کریں کہ پریشان کن حالات کا سامنا کرسکے) بچی کو اپنے احساسات پر کنٹرول کرنا بھی سیکھانا پڑتا ہے، اگر کبھی کوئی ایسی بات ہے کہ والد نے ڈانٹا یا کسی اور نے ایسی بات کردی تو بچی کو سمجھائیں کہ اس حالت سے جلدی نکلنا ہوتا ہے، اسی کو پکڑ کے گھنٹوں روتے نہیں رہنا چاہئے۔ اس طریقہ سے بچی کو Skills (ہنر) سکھانے کی کوشش کریں اور وہ چیزیں جو بچی کا ذہن خراب کرتی ہیں، میوزک ہے، نیٹ ہے، فلم ہے، ناول ہے، بچیوں سے ان چیزوں کو الگ رکھنے کی ضرورت ہے، کیونکہ ان میں بہت ساری چیزیں ذہن کو پراگندہ کرنے والی ہوتی ہیں۔ بچی کو بچپن سے سکھائیں کہ وہ اچھے دوستوں کا انتخاب کرے، کم از کم دو نیک بچیاں لازماً دوست ہونی چاہیے اور پھر ان دو بچیوں سے آپ مختلف قسم کے سوالات کیجئے تاکہ آپ کو پتہ چلے کہ آپ کی بیٹی کی اپنی سوچ کیسی ہے۔ بچی کو صحیح اور غلط کے بارے میں بتائیں، اور اس کو سمجھائیں کہ اچھے فیصلے کیسے ہوتے ہیں، عام طور پر پانچ سال سے لے کر بارہ سال کی عمر کی بچیوں میں، بے راہ روی اختیار کرنے کے امکانات وواقعات زیادہ ملتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ بچیاں نادان ہوتی ہیں، وہ غیر مرد کے قریب بھی ہوجاتی ہیں، ان پر یقین بھی کرلیتی ہیں اور وہ اظہار اس طرح کرتی ہیں کہ جیسے وہ بڑی ہوگئی ہیں، اسی لئے اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ آٹھ سال سے بارہ سال کی عمر کی لڑکیوں کے ساتھ شروع میں جنسی بے راہ روی کے زیادہ واقعات پیش آتے ہیں، تو بچیوں کو بتائیں کہ اجنبی کے ساتھ بات نہیں کرنی چاہئے، اس کو کوئی معلومات دینی نہیں چاہئے، بات بھی کرنی ہو تو اس کو

سمجھائیں کہ کس طرح بات کرنی چاہیئے، اس چیز کی جب تک ٹریننگ نہ دی جائے، بچی کو خود بخود اس کا پتہ نہیں چلتا۔ بچی اگر اسکول سے ہوم ورک لے کر آتی ہے تو اس کی رہنمائی تو کر دیں مگر خود اپنے ہاتھ سے ہوم ورک نہ کریں ورنہ وہ بچی کام چور بن جائے گی۔ بہت زیادہ غصہ کرنا، زیادہ سختی کرنا ٹھیک نہیں، ورنہ بچی کا ردّعمل ہوگا، اگر بچی کے پاس فارغ وقت ہے، تو اس کو گھر کے کاموں میں ضرور مصروف کریں، ابتدائی عمر سے اسکو مطبخ میں مدد کے لئے ساتھ لیں، اور چھوٹے بچوں والے کام سونپیں اور گھر میں جو خدمت کا مزاج ہے وہ بچی میں آنا چاہیئے۔

بچیوں کے جذبۂ محبت کو صحیح سمت عطا کریں

مائیں اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ فطری طور پر ہر لڑکی محبت کرتی ہے، تو جب کرنی ہی ہے تو کیوں نہ اللہ تعالی سے محبت کریں، یہ جذبہ ہر انسان کے اندر فطری طور پر ہے، یہ مت سمجھیں کہ وہ لکڑی کی بنی ہوئی ہے، محبت کا تعلق جوڑنا ہی ہے، تو بہتر ہے آپ بچپن سے ہی اس کا اللہ سے محبت کا تعلق جوڑ دیں، تاکہ بچی میں نیکی، پاکدامنی آجائے۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں میں نے ایک نوجوان لڑکی کو طواف کرتے دیکھا، جو عشقیہ اشعار پڑھ رہی تھی، محبت بھرے اشعار پڑھ رہی تھی، میں نے کہا اے نوجوان لڑکی جوانی کی عمر میں اونچی آواز سے تو ایسے محبت بھرے اشعار کہہ رہی ہے، یہ اچھی بات نہیں ہے! اس نے مجھے پہچان لیا اور کہنے لگی ''حسن'' بتائیں، آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں، یا بیت اللہ کے پروردگار کی تجلیات کا، میں نے کہا کہ میں بیت اللہ کا طواف کر رہا ہوں، تو وہ مسکرائی اور کہنے لگی کہ جن کے دل پتھر ہوتے ہیں، وہ پتھر کے گھر کا طواف کرتے ہیں، جن کے دل زندہ ہوتے ہیں، وہ تجلیات کا طواف کرتے ہیں، تو یہ بھی لڑکیاں تھیں کہ جوانی میں ان کو اللہ سے ایسی محبت تھی کہ ان کی باتیں اولیاءاللہ کو حیران کرتی تھیں۔ تو یہ چیز بچپن سے اس بچی کے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

لڑکیاں دماغ کی دونوں سائڈوں کو استعمال کرتی ہیں۔ بات کرنا پسند کرتی ہیں، اور لڑکوں کو دیکھا کہ وہ دماغ کی صرف ایک Side (طرف) استعمال کرتے ہیں اسی لئے ان کو بات کرنا بوجھ محسوس ہوتا ہے، تو اگر بات کرنی ہی ہے تو بچی کو چاہیئے کہ وہ اچھی بات کرے تاکہ اچھی صفتیں اس کے اندر پیدا ہوجائیں، جب تک بچی کو سمجھایا نہ جائے اس کے اندر یہ اچھی صلاحیتیں پیدا نہیں ہوتیں، لہذا بچپن سے یہ

چیزیں سکھانے کی ضرورت ہے، یہ دیکھا گیا ہے کہ بچپن میں جو لڑکیاں گڑیوں کے ساتھ کھیلتی ہیں عام طور پر وہ بڑے ہو کر اچھی سائنس کی طالبہ نہیں بنا کرتیں۔

عورت کا اصل روپ شرافت اور حیا ہی ہے

اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ Girls dislike risks لڑکیاں فطری طور پر خطرہ لینا ناپسند کرتی ہیں، یہ نہ سمجھیں کہ وہ ڈرپوک ہوتی ہیں بلکہ وہ اس لئے نہیں لیتیں کہ ان کو بے عزت ہونا برا لگتا ہے، کسی کی ڈانٹ ڈپٹ بری لگتی ہے، تو ان کو بچپن سے سمجھائیں کہ دیکھو یہ جو برے دوست ہوتے، ہیں ان کو دوست بنانے میں کتنا خطرہ ہوتا ہے۔ عزت پر خطرہ ہے، اور جان پر خطرہ ہے تو جب اس طرح بچی کو سمجھائیں گی تو وہ برے تعلقات کہیں بھی جوڑنے سے محفوظ رہے گی۔ ایک کتاب ہے Unveiling the mystery of women's soul اس کتاب میں مصنف نے عورتوں کی فطرت کے اسرار سے پردہ اٹھایا ہے، اس نے لکھا ہے Boys are normally worried about do i have what i need? یعنی لڑکوں کو ہر وقت یہ فکر رہتی ہے کہ جو مجھے چاہئے کیا وہ میرے پاس ہے؟ Girls are always worried about am i lovely? لڑکیوں کو بس یہی فکر رہتی ہے کہ کیا میں پیاری ہوں؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ جن گھروں میں یہ بچیاں پرورش پاتی ہیں، وہاں صرف Appearance (ظاہری شکل و صورت) کو اہمیت دی جاتی ہے تو بچیوں کی اہمیت کا مرکز یہی بن جاتی ہے جب بچی جوانی کی عمر کو پہونچنے لگتی ہے تو اس وقت اس کو مختلف طرف سے الگ الگ پیغامات ملتے ہیں اور عام طور پر میڈیا، میگزین، فلمیں، ڈرامے، یہ اس کو غلط مثالی نمونہ کی طرف لے جاتی ہیں، بچیاں کچی ہوتی ہیں وہ دیکھتی ہیں کسی کو کہ وہ اتنی مشہور ہے اور اسکی اتنی تعریفیں ہوتیں ہیں، تو اس کو وہ اپنا نمونہ بنا لیتی ہیں، حالانکہ یہ فلمی اسٹار، یہ مثالی نمونہ تو نہیں ہوتے، یہ Feminity (نسوانیت) کی اصل تصویر نہیں ہوتی بلکہ جو لوگ پیسہ بنانے والے ہوتے ہیں، وہ انکو آلہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں پیسہ کمانے کے لئے، تو ایسی عورتیں جو پردہ پر تھرکتے جسموں کے ساتھ آتی ہیں فلموں میں کام کرتی ہیں وہ کبھی بھی انسانیت کے لئے ماڈل نہیں بن سکتیں وہ تو پیسے کمانے کا ایک طریقہ ہے چنانچہ میگزین پڑھ کر بچیاں سمجھتی ہیں کہ مجھے Britney Spears بننا ہے Lindsay Lohan بننا ہے Angelina Jolie بننا ہے Lady Gaga بننا ہے، بھائی ان کا تو نام ہی سن کے انسان کو محسوس ہوتا ہے کہ شرم اور حیاء کی رتّی بھی نہیں ہوتی ان کی زندگی میں، بدن کو غیر محرم کے سامنے کھولنا

تھرکتے جسموں سے دوسروں کو لطف اندوز کروانا، یہ عورت کی اصل تصویر نہیں ہے، عورت کی اصل تصویر تو یہ ہے کہ شرافت اس میں ہو، انسانیت ہو، ہمدردی ہو، خدا خوفی ہو، یہ انسانیت کی اصل تصویر ہے، اگر کسی کو رول ماڈل بنانا ہی ہے تو کیوں نہ وہ امہات المومنین کو رول ماڈل بنائے، بنانا ہے تو آیئے خاتونِ جنت کو رول ماڈل بنایئے، فاطمۃ الزہراءؓ کی شان دیکھئے کہ فاطمۃ الزہراءؓ، اس والد کے لئے رحمت تھیں، جو والد خود رحمۃ للعالمین تھے، فاطمۃ الزہراءؓ اس شوہر کا نصف ایمان تھیں، جو شوہر خود کامل الایمان تھے، فاطمۃ الزہراءؓ کے قدموں میں ان بیٹوں کی جنت تھی، جو بیٹے خود جنتی نوجوانوں کے سردار تھے، تو زندگی میں نمونہ بننے کے قابل یہ ہیں، انسان اپنی زندگی میں اِن کو نمونہ بنائے، اور ان کی طرح رہنے کی کوشش کرے۔ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ سے پوچھا سب سے بہترین عورت کونسی ہے؟ کسی نے کچھ کہا، کسی نے کچھ کہا، حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں اٹھ کر گھر گیا اور میں نے جا کر یہی سوال فاطمۃ الزہراء سے پوچھا کہ سب سے بہترین عورت کونسی ہے، انہوں نے فرمایا کہ جو نہ خود غیر محرم کی طرف دیکھے، نہ غیر محرم اس کی طرف دیکھ سکے، وہ بہترین عورت ہے، انہوں نے آکر یہ جواب آپؐ کے سامنے پیش کیا، آپؐ بہت خوش ہوئے فرمایا ''فاطمۃ بضعۃ منی'' (فاطمہ تو میرے دل کا ٹکڑا ہے) تو یہ خاتون جنت ہمارے لئے ماڈل بننے کے قابل ہیں، اسی طرح Girls get diffrent messages about clothing, beauty, make up, خوبصورتی، کپڑے اور میک اَپ کے حوالے سے بچیوں کو مختلف اقسام کے سراہے جانے والے پیغامات ملتے ہیں، تو ان کو بتانا چاہئے کہ دیکھو تم کبھی بھی کسی شخص کو موقع نہیں دینا So he can trap you (اس لئے کہ وہ آپ کو جال میں پھنسا سکتا ہے) جب بچی کو پتہ ہوگا کہ جس طرح مال کے ڈاکو ہوتے ہیں، اسی طرح عزت کے بھی ڈاکو ہوتے ہیں، مال کا ڈاکو ہاتھ میں بندوق لے کر آتا ہے اور پھر مال لوٹتا ہے، لیکن عزت کا ڈاکو محبت کے الفاظ لے کر آتا ہے، جب غیر مرد کہہ رہا ہوتا ہے I love you تو حقیقت میں وہ کہہ رہا ہوتا ہے I need you وہ آپ کو جنسی تسکین کا آلہ سمجھ رہا ہوتا ہے، وہ آپ کو ایک انسان نہیں سمجھ رہا ہوتا، تو ایسے بندے کے ہاتھ میں کھلونا بننے کی کیا ضرورت ہے، یہ بات ان کو سمجھانے کی ضرورت ہے، Otherwise they easily get cheated in the early age (ورنہ یہ بچیاں آسانی کے ساتھ نوعمری میں ہوس کا شکار ہو جائیں گی)۔ بچیوں کے اندر طبیعت کی نرمی ہوتی ہے لہذا، وہ اگر کوئی چیز جیت بھی سکتی ہیں تو وہ نہیں کھیلیں گی کیونکہ ان کو ہارنے والے پر افسوس ہو رہا ہوتا ہے، یہ ان کی

طبیعت اللہ رب العزت نے بنائی ہے۔جس کی وجہ سے وہ دوسرے کو اس طرح شرمندہ ہوتا نہیں دیکھ سکتیں رب کریم کی طرف سے ان کو اللہ نے ایسی رحمت دی ہوتی ہے۔

اچھی تعلیم کی فکر کریں

اب اگلا مرحلہ بچی کی اسکول اور کالج کی تعلیم کا ہے، جو مدرسہ اور جامعہ کی تعلیم ہے وہ تو بہت آسان کہ بچی کو اگر آپ حافظہ بنانا چاہتی ہیں، تو جب بچی پانچ سال کی ہو جائے تو اس کو جامعہ میں بھیجیں، اور اس کو پہلے آخری تین پارے ۳۰۔۲۹۔۲۸ یہ یاد کروائیں، پھر اس کے بعد پرنسپل سے، استانی سے میٹنگ کریں، اگر استانی کہے کہ یہ بچی ذہین ہے جلدی یاد کر لیتی ہے اور بچی خود بھی کہے کہ میں بھی یاد کرنے کے لئے تیار ہوں، اب اس کو بقیہ قرآن بھی یاد کرنے کے لئے موقع دینا چاہئے، جس طرح بچے کو قرآن یاد کرنے پر دس بندوں کی شفاعت ملے گی، بچی کو بھی اسی طرح ملے گی۔امت میں جیسے لڑکوں نے قرآن یاد کر کے حفاظ قرآن بن کر قرآن کی خدمت کی اسی طرح بچیوں نے حافظات بن کر قرآن کی حفاظت میں اپنا کردار ادا کیا۔سیدہ عائشہؓ حافظہ تھیں، سیدہ حفصہؓ حافظہ تھیں۔یہ اللہ کی وہ بندیاں تھیں جن کے سینوں میں قرآن کا نور تھا، محمد ابن سیرینؒ کی بہن حفصہ بنت سیرین تھیں، اتنی اچھی قاریہ تھیں کہ جب محمد ابن سیرینؒ کو کوئی لفظ پڑھنے میں دشواری ہوتی تھی، تو وہ اپنی بہن سے اس لفظ کی جو قرأت تھی اس کو سیکھا کرتے تھے، تو عورتوں نے بھی قرآن پاک سے عشق کی داستانیں رقم کی ہیں، تو اگر بچی کا بھی شوق ہے، اور استانی بھی تصدیق کر دیتی ہے کہ لائق ہے، ماں باپ بھی چاہتے ہیں تو ایسی بچی کو حافظہ بنانا چاہئے اور اگر دیکھیں کہ تین پارے یاد کرنے میں ہی اس نے سستی کی یا یاد نہیں کر سکی تو حافظہ بنانا بچیوں کے لئے لازم نہیں ہوتا، اس کو عالمہ بنانا چاہئے۔حافظہ بن جائے پھر اس کے بعد عالمہ بن جائے تو نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٌ ہے، بچی کے سینے میں اگر علم کا نور ہو گا تو اس کو قدم قدم پر مسائل پوچھنے کی ضرورت نہیں رہے گی، کل اس کو اپنے بچوں کی تربیت کرنی ہوگی، تو یہ دین کے مطابق ان کی تربیت کر سکے گی۔گھر کے ماحول کو دین کے مطابق بنا سکیں گی، چنانچہ ہمارے اکابر نے کہا ہے، اگر کسی بندے کے دو بچے ہوں ایک بیٹا اور ایک بیٹی اور وسائل اتنے ہوں کہ وہ دو میں سے ایک کو تعلیم دے سکتا ہے، تو اس کو چاہئے کہ بیٹی کو تعلیم پہلے دے اس لئے کہ مرد پڑھا فرد پڑھا، عورت پڑھی خاندان پڑھا، جب عورت پڑھ لیتی ہے تو آنے والی زندگی میں وہ گھر کی ماں ہوتی ہے، اور پھر وہ پورے خاندان کی تعلیم کا سبب بنتی ہے، تو عورتوں کی تعلیم بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے، مگر بچی

کواسکول بھیجنے سے پہلے چند باتیں اسکو صاف لفظوں میں بتانے کی ضرورت ہے،لکھ کر دیں، بار بار وہ ان باتوں کو پڑھے پھر اس کا داخلہ کروائیں۔

بچی کو بھروسہ بنائے رکھنے کے سلسلے میں اہتمام سے سمجھائیں

پہلی بات کہ بچی کو بتائیں کہ اعتماد اور بھروسہ بنانا اہم چیز ہوتی ہے جس بچی نے اعتماد کو ختم کر دیا، گویا وہ نا قابل اعتبار بچی بن گئی، تو ماں باپ جب اسکو اسکول بھیجتے ہیں تو وہ اعتماد کرتے ہیں کہ ہماری بچی پڑھنے کے لئے جارہی ہے پڑھنے کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول نہیں ہوگی، تو اس اعتماد کو کبھی وہ ٹھیس نہ پہنچائے، بچی کو بتائیں کہ ایک مرتبہ اعتماد جب ختم ہوجاتا ہے تو دوبارہ صحیح طرح نہیں جڑا کرتا اور یہ اعتماد کا بنانا سچے انسان سے ہوسکتا ہے، جھوٹ جتنا بھی تیز بھاگے سچ ہمیشہ اس سے بازی لے جاتا ہے لہذا بچی میں سچ بولنے کی اور اعتماد بنانے کی بات کو اہمیت سے ذہن میں بٹھائیں۔

بچی کی نگرانی کرنا ضروری ہے۔

دوسری بات کہ بچی پر ہمیشہ Eagle eye (عقابی نظر) رکھیں، اللہ تعالی اپنی مخلوق کو دیکھتا ہے اور مخلوق کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا (سورہ نساء: 1) اللہ تعالی تمہاری نگرانی فرمارہا ہے اور ہمیں پتہ بھی نہیں چلتا، ماں وہ ہے جو بچی کی نگرانی اس طرح کرے کہ بچی کو پتہ ہی نہ چلے کہ میری نگرانی ہورہی ہے، یہ اصل نگرانی ہوتی ہے، تو ماں کے پاس عقابی نظر ہونی چاہئے جس سے وہ بچی کے اٹھنے بیٹھنے کو دیکھ رہی ہو۔

بچی کو سمجھائیں کہ Transparent (شفاف) انسان اللہ کا بھی محبوب ہوتا ہے، بندوں کا بھی محبوب ہوتا ہے، تاکہ وہ شفافیت رکھے شخصیت میں، جو بات ہو جو اندر ہے وہ باہر ہے، جو باہر ہے وہی اندر ہے، اسی شفافیت کو تو حاصل کرنے کے لئے انسان بڑا ہوکر ذکر وسلوک کرتا ہے، محنت کرتا ہے تاکہ میرا دل صاف ہوجائے۔ میں ایک صاف، ستھری، شفاف شخصیت بن جاؤں۔

روزآنہ کی باتیں جاننا اور بچی کے ساتھ کچھ وقت گذارنا

ایک بات شروع ہی سے بچی کو سمجھانے کی ضرورت ہوتی ہے، کہ لڑکی کی کوئی چیز ماں باپ کے گھر میں Secret (راز) نہیں ہوتی لہذا کوئی بات ایسی نہیں کہ وہ سمجھے ماں کو نہیں بتانی، مجھے فلاں کو نہیں بتانی، No secret in life in the parent's home (ماں باپ کے گھر میں کوئی چیز راز نہیں

ہے) ہاں جب شادی ہو جاتی ہے پھر میاں بیوی کی زندگی ہوتی ہے، پھر شریعت نے کہا؛ میاں بیوی کی کچھ باتیں ہیں، جس کو وہ راز رکھیں تو secrecy (راز داری) کی ابتدا شادی کے بعد ہوتی ہے شادی سے پہلے جو کچھ بھی ہے وہ اپنے ماں باپ سے بیان کرے۔ پھر پانچویں چیز جب بچی اسکول سے واپس آئے تو ماں کو چاہئے کہ روزانہ دس منٹ اس بچی کے ساتھ بیٹھے اور پوچھے تمہاری اس فرینڈ نے کیا کہا اچھا بتاؤ دوسری نے کیا، کہا تیسری نے کیا کہا، بچی اتنی Innocent (بھولی) ہوتی ہے وہ سارا کچھ بتا دیتی ہے مگر اس کو تمیز کرنا نہیں آتا کیونکہ اس کا ذہنی نشو نما نہیں ہو پاتا اسلئے اب یہ اچھے برے کی تمیز کا کام ماں کرے، ماں اسکو سمجھائے کہ بیٹا یہ چیز بری تھی، یہ چیز اچھی تھی اس کو ایسے کرلو اس کو اس طرح کرلو، ماں جیسے جیسے کرتی جائے گی بچی کے ذہن میں وہ بات اسی طرح بیٹھتی جائے گی، بہت ساری مائیں اس سلسلے میں غفلت برتتی ہیں۔ وہ اسکول کی رپورٹ تک نہیں پوچھتی ہیں، بس اتنا پوچھ لیتی ہیں بیٹی کیسا رہا؟ جی اچھا رہا؟ ایسا بالکل نہ کریں، مستقل کارگزاری سننے کی ضرورت ہے، یہ معمولی بات نہیں ہے کہ بچی چھ گھنٹے دور گزار کر آئی، ان چھ گھنٹوں میں کیا کیا چیزیں اس کے دماغ میں گئیں اس کو پتہ کرنے کی ضرورت ہے، پھر بچی کا جو سالانہ تعلیمی نظام الاوقات ہے وہ ماں باپ کے پاس لازماً ہونا چاہئے، ذرا بچیاں بڑی ہوتی ہیں، ماں باپ کو پتہ ہی نہیں ہوتا، وہ کہہ کر جاتی ہیں آج اسکول میں امتحان ہے اور امتحان کے بجائے ان کے ایمان کا امتحان ہو رہا ہوتا ہے، وہاں وہ اپنے دوست کے ساتھ وقت گزار رہی ہوتی ہیں، تو مائیں یہ غفلت کبھی بھی نہ کریں، نظام الاوقات ماں کے پاس ہونا چاہئے اس کو مکمل پتہ ہونا چاہئے کہ بچی کو آج کتنے گھنٹے پڑھنے ہیں، کتنے گھنٹے خالی ہیں۔ وہ جو خالی گھنٹے ہوتے ہیں وہ بہت زیادہ ذہن اور توجہ کو پھیرنے والے اوقات ہو سکتے ہیں۔ اسلئے اس کا خیال رکھنا چاہئے Too much freedom (بہت زیادہ آزادی) یہ غفلت اور بے توجہی کا باعث ہوتی ہے، ماں کبھی بھی یہ نہ سمجھے کہ ہم تو بچی کو بڑی آزادی دے رہے ہیں، بھئی آپ بڑی آزادی دیں گی، کل یہی بچی کہے گی کہ ماں باپ نے مجھ سے بے توجہی برتی تو بچی کو نظر انداز نہ کریں، بچی کو آپ کی مدد کی ضرورت ہے، لہذا اس کی مدد کریں۔ ایک اور اصول کہ بچی کو پڑھانے والا اسکا استاذ کوئی مرد نہیں ہونا چاہے، قرآن بھی پڑھانے والا کوئی مرد استاذ ہو، اس سے مت قرآن پڑھائیں، بہت سارے واقعات ایسے ہیں، جو بتا دیتے ہیں کہ بچپن میں دینی رشتوں میں بھی بچے کا استحصال ہوتا ہے تو اس لئے یہ اصول یاد رکھیں کہ کوئی مرد استاذ نہ ہو، جب بچی کو پڑھنا ہے استانی سے پڑھے، عورتوں سے پڑھے تاکہ مرد

اور عورت کے اختلاط کا مسئلہ ہی نہ ہو۔

پھر اگلی بات بچی پر یہ اچھی طرح واضح کر دیں کہ جو ٹیچر تمہیں بتائے تمہیں آکر ہمیں بتانا ہے۔ تو دیکھیں ٹیچر اس کے ساتھ تعلیم کی باتیں کرتی ہے یا تعلیم سے ہٹ کر بھی باتیں کرتی ہے، شیطان تو ہر جگہ موجود ہے۔ چنانچہ بچی سے ٹیچر کی پڑھائی کی رپورٹ لینا بھی ضروری ہے، اگر چہ وہ عورت ہو، پھر ایک اہم نکتہ کہ استاذ اور والدہ کی ملاقات کا ہوتے رہنا یہ بہت ضروری ہے، ماں استانی کو فون کرے، اس سے اچھی دوستی رکھے اور اس سے بچی کی کارکردگی کے بارے میں معلومات لیتی رہے جب بچی پابندی سے ہوم ورک نہیں کرتی، امتحانات میں اچھے نمبرات لینا شروع نہیں کرتی تو یہ ایک علامت ہے کہ کہیں نہ کہیں کوئی مسئلہ ہے۔

موبائل، انٹرنیٹ کا استعمال ہرگز آزادانہ طور پر نا کرنے دیں

بچپن میں بچی کو میڈیا بہت زیادہ راستے سے بھٹکاتا ہے، اس لئے اصول یہ بنائیں کہ نہ وہ کوئی ٹی وی دیکھے، نہ فون، نہ ای میل، استعمال کرے، ان چیزوں کی تعلیم میں کیا ضرورت ہے؟ اسلئے بچی کو انکے استعمال کی ضرورت ہی نہیں ہے، یہ فون اور ای میل شادی کے بعد میاں اور بیوی جانیں، جو بچی اب اسکول جارہی ہے اس کو ان چیزوں سے کیا واسطہ، تو نہ ٹی وی، نہ فون، نہ ای میل، نہ فیس بک ایسی چیزوں سے بچی کو ایک ہی طرف رکھیں، اس لئے شریعت نے کہا: ''**محصنات غافلات**'' کہ ایسی پاکدامن عورتیں جو غافل ہیں، ''**غافلات**'' کا لفظ ان کے لئے ایک صفت ہے، اس کا کیا مطلب؟ کہ جن کو برائی کا پتہ ہی نہیں کہ کیسے کی جاتی ہیں؟ تو عورت کو پتہ ہی نہ ہو کہ بدکرداری کیسے کیسے ہوتی ہے، یہ اس کی صفت ہوتی ہے، وہ بھولی بھالی ہو اسی طرح انٹرنیٹ کا استعمال، ہاں اگر اس کو ہوم ورک کرنا ہی پڑے، کیونکہ آج کل اسکولوں میں انٹرنیٹ پر کام دیا جاتا ہے کہ یہ ڈھونڈ کر کے لاؤ تو وہ تلاش کریں مگر ماں باپ کو چاہئے کہ جو اس کے اوپر بری اور گندی ویب سائیٹس ہیں ان کو بند کرنے کا بندوبست کریں، ایسے پروگرام ملتے ہیں جن کو کمپیوٹر میں ڈال دیا جائے تو بری اور گندی ویب سائٹ بند ہوجاتی ہیں ان کو کھول ہی نہیں سکتے اور اگر بچی انٹرنیٹ پر کام کرے تو کمپیوٹر کو بیڈ روم میں نہیں رکھنا چاہئے ایسی جگہ رکھنا چاہئے جہاں بہت لوگ ہوتے ہیں تاکہ سب سامنے بیٹھ کر کام کریں اور پھر یہ کہ ایسے بھی پروگرام ہیں کہ جو History کو حذف نہیں کرنے دیتے تو وہ پروگرام کمپیوٹر میں ڈالنا چاہئے تاکہ بچی جب کام کرے تو ماں کمپیوٹر پر بیٹھ کر ذرا ہسٹری کو پڑھ لے کہ بچی نے کیا کچھ پڑھا ہے، عام طور پر بچوں کے کمروں میں تالے دروازے میں نہیں ہونے چاہئے، ضرورت ہی

کیا ہے؟ بچی کے کمرے میں ماں کسی وقت بھی جاسکتی ہے اور بیٹے کے کمرے میں باپ کسی وقت بھی جاسکتا ہے، تو تالا دروازوں پر نہ ہو، یہی سب سے بہتر اصول ہے، بچی کو ہوم ورک کرنا ہے تو مدد ضرور کریں مگر خود سارا ہوم ورک نہ کریں، چونکہ اس سے بچی کی عادت خراب ہوجاتی ہے، پھر بچی کے جو دوست ہیں وہ ماں کے مشورے سے ہونے چاہییں، فرض کرو اگر چھ لڑکیاں ہیں، اور بچی ان میں سے کسی کو دوست بنانا چاہتی ہے، تو وہ ماں کو بتائے، ماں پھر منتخب کرے کہ ان میں سے کون کون سی بچیاں تمہاری بہتر دوست بن سکتی ہیں، اگر تعلیم میں ان باتوں کا خیال رکھا جائے، تو بچیاں بہت اچھی تعلیم حاصل کرسکتی ہیں۔ پھر اس کے بعد ہے بچیوں کے لئے ''سرگرمیاں'' یہ بھی ہونی چاہئیں، تو گھر میں ماں اور بیٹی کا ایک گروپ ہونا چاہئے، جو مختلف کام ہیں وہ گھر میں مل کر کریں مثلاً بچی اگر پکانا سیکھنے کے اسباق لینا چاہتی ہے تو بہت اچھا اور اگر بیکری کی اشیاء بنانے اور کیک بنانے کے اسباق لے سکتی ہو تو یہ بھی بہت اچھا ہے، اگر بچی پھول پودے لگانا سیکھنا چاہتی ہے، تو بہت اچھا، اس کو ایک سرگرمی مل جائے گی، ویسے دنیا میں پھولوں کی جتنی نئی اقسام ہوتی ہیں اکثر وہ عورتیں ہی تلاش کرتی ہیں، کیونکہ وہ کام ہی ایسا ہے کہ عورت کمرے میں بیٹھ کر دو پودوں کو آپس میں ملاتی ہے جس کی وجہ سے نئی سے نئی خوبصورت رنگ والی اور خوشبو والی اقسام بازار میں آتی رہتی ہیں، اگر کھیلنا ہو تو بچی کے لئے بیڈمنٹن ایک اچھا کھیل ہے، اس میں کپڑے گھریلو ہی رہتے ہیں اور گھر میں بچی، اپنے بھائی کے ساتھ اپنی بہن کے ساتھ، باپ کے ساتھ ماں کے ساتھ یہ کھیل، کھیل سکتی ہے، تیراکی اگر بچی سیکھنا چاہے تو اس کی اجازت ہو مگر تیراکی کے کپڑے مناسب ہوں، بچی کو خود حفاظتی کورس ضرور کروانا چاہئے، مگر اس کی ٹیچر عورت ہو مرد نہ ہو، کیونکہ زندگی میں خود حفاظتی بچی کے بہت کام آتی ہے، اس سے بچی کے اندر ایک اعتماد آجاتا ہے، پھر آرٹ اور دستکاری کے دروس واسباق، یا سلک کے پھول بنانے کی، پینٹنگ یا زیورسازی کی کلاسیں، یہ بھی بچی کے لئے بہت دلچسپی کی چیز ہوتی ہے، پھر سلائی اور بنائی کے دروس واسباق، یا بچی کو جو دینی تقریبات ہوتی ہیں، ان میں خدمت کے کام میں رضا کارانہ طور پر شرکت کرنا یہ بھی اس کے لئے بہترین سرگرمی ہوسکتی ہے۔

بیٹی اور ماں کا تعلق

اب ایک اہم بات بیٹی اور ماں کا تعلق Mothers are first and most important role models of daughters بچی جب آنکھ کھولتی ہے تو اس کے سامنے مثالی

نمونہ اس کی ماں ہوتی ہے، جب تک کہ ماں ثابت نہ کردے کہ میں مثالی نمونہ بننے کے قابل نہیں ہوں، اور وہ یہ اپنے قول اور فعل کے تضاد کی وجہ سے ثابت کرتی ہے، جس ماں کی بات اور عمل میں یکسانیت ہے بیٹی کے لئے وہ مثالی نمونہ ہے، ماں سے زیادہ بیٹی کے لئے بہتر دوست دنیا میں کوئی نہیں ہوسکتا، یہ ماں ہی ہے جو بیٹی کے غم میں ہوتی ہے، تکلیفیں اٹھاتی ہے، اور ہم نے دیکھا اکثر مائیں خاوند سے بھی ڈانٹ سنتی ہیں، لوگوں سے بھی باتیں سنتی ہیں کیونکہ یہ اسکی محبت کی بات ہوتی ہے، ماں کی محبت بڑی عجیب چیز ہے کسی نے کیا اچھے اشعار کہے ۔

قبر کی آغوش میں جب تھک کے سوجاتی ہے ماں		تب کہیں جا کر ذرا سا ہی سکون پاتی ہے ماں
فکر میں بچوں کی کچھ اس طرح گھل جاتی ہے ماں		نوجواں ہوتے ہوئے بوڑھی نظر آتی ہے ماں
روح کے جذبوں کی یہ گہرائیاں تو دیکھئے		چوٹ بچوں کو ہے لگتی اور چلاتی ہے ماں
کب ضرورت ہے میرے بچے کو اتنا سوچ کر		جاگتی رہتی ہیں آنکھیں اور سوجاتی ہے ماں
جب پریشانی میں گھر جاتی ہوں پردیس میں		آنسوؤں کو پونچھنے خوابوں میں آجاتی ہے ماں
چاہے ہم خوشیوں میں اپنی بھول جائیں سارا کچھ		جب مصیبت سر پہ آجائے تو یاد آتی ہے ماں
شکریہ ہو ہی نہیں سکتا کبھی اس کا ادا		مرتے مرتے بھی دعا جینے کی دے جاتی ہے ماں
پیار کہتے ہیں کسے اور ماما کیا چیز ہے		یہ تو اُن بچوں سے پوچھو جن کی مرجاتی ہے ماں
پوچھتا ہے جب کوئی مجھ سے محبت ہے کہاں		مسکرادیتا ہوں میں اور یاد آجاتی ہے ماں

تو ماں سے زیادہ بچی کا ہمدرد کوئی نہیں ہوسکتا، کہتے ہیں ایک بیٹی پریشان حال تھی تو روتے روتے اس نے اپنا سر اپنی ماں کے کندھے پر رکھا، اور کہنے لگی کہ؟ ماں مجھے کب تک اپنے کندھوں پر سر رکھنے دوگی؟ ماں نے جواب دیا کہ جب تک لوگ مجھے اپنے کندھوں پر اٹھا کر قبرستان نہیں لے جاتے، تو بیٹی کو چاہئے کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ اپنے تعلقات کو بہت گہرا کرلے، وہ زندگی کی بہت ساری پریشانیوں سے بچ جائے گی۔

بیٹی اور باپ کا تعلق

اب آخری بات ہے بیٹی اور باپ کا تعلق۔ بیٹیاں وہ بچیاں ہیں جو زندگی میں باپ کی بہترین دوست بنتی ہیں، بچی پردیس میں بھی ہوگی، ان کے دل میں باپ کی محبت ہوگی، وہ باپ کے لئے اداس ہوں گی ہمیشہ بچی اس بات کا خیال رکھتی ہے کہ میری وجہ سے میرے ابو کو تکلیف نہ ہو Father is the First اسلئے کہ first man in her life (اس بچی کی زندگی میں باپ پہلا مرد ہوتا ہے)

example how a man treats a femaleایک مرد عورت کے ساتھ کیسے معاملہ کرتا ہے،اس حوالہ سے باپ بچی کے لئے پہلی مثال ہوتا ہے۔ اکثر دیکھا ہے جب نوجوان بچیاں جمع ہوتی ہیں تو وہ اپنے والد کے متعلق بہت بات کرتی ہیں، سائنسی ریسرچ نے یہ بات ثابت کی کہ والد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی بچی کی تعریف کرے اور یہ کہے کہ وہ ایک پیاری شہزادی ہے، بچیاں باپ سے ہی یہ ردعمل دیکھنا چاہتی ہیں کہ ابو ہم سے کتنا پیار کرتے ہیں، ماں اس خالی جگہ کو کبھی پُر نہیں کرسکتی۔ ایک اصول کی بات یاد رکھیں کہ Mothers make girl secure (مائیں بچیوں کی حفاظت کرتی ہیں) Dad gives them self- esteamباپ کی محبت سے بچی میں خوداعتمادی پیدا ہوتی ہے، اگر اس تعلق کو دیکھنا ہو تو آیئے محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی میں دیکھئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی کے ساتھ کیسا سلوک کیا تھا؟

حدیث پاک میں ہے کہ آپ اپنی بیٹی کو اتنی عزت دیتے تھے کہ جب سیدہ فاطمۃ الزھراءؓ چل کر آتی تھیں، تو اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر کھڑے ہوتے تھے اور ان کو سلام کیا کرتے تھے، اٹھ کر استقبال فرماتے تھے اللہ اکبر کبیرا، اور پھر دیکھئے بیٹی کا رشتہ کہ ایک مرتبہ سیدہ فاطمۃ الزھراءؓ نے اپنے گھر میں سب کے لئے ایک ایک روٹی بنائی، ایک حضرت علیؓ کے لئے ایک حضرت حسنؓ کے لئے ایک حضرت حسینؓ کیلئے، اور ایک روٹی اپنے لئے بنائی، جب وہ روٹی کھانے لگیں تو دل میں خیال آیا، کہ فاطمہ روٹی کھا رہی ہیں پتہ نہیں آپ کے والد گرامی کو کچھ کھانے کو ملا یا نہیں ملا؟ جب دل میں یہ خیال آیا تو فاطمۃ الزھراءؓ نے روٹی کے دو حصے کر لئے آدھا حصہ خود کھالیا، اور بقیہ آدھا اپنی چادر کے کونے میں لپیٹا، اور نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں، نبی علیہ السلام نے استقبال فرمایا پوچھا: بیٹی کیسے آنا ہوا؟ ابا حضور میں روٹی کھا رہی تھی خیال آیا، پتہ نہیں آپ نے کچھ کھایا یا نہیں، میں آپ کے لئے آدھی روٹی لے کر آئی ہوں "سبحان اللہ" ایسی ہمدرد بیٹی اللہ ہر ایک کو عطا کرے، تو انہوں نے آدھی روٹی پیش کی۔ حدیث پاک میں ہے: کہ نبی علیہ السلام نے روٹی کا ٹکڑا اپنے منہ میں ڈالا فرمایا: فاطمہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، آج تیسرا دن ہے تیرے والد کے منہ میں روٹی کا کوئی ٹکڑا نہیں گیا۔ تو یہ باپ اور بیٹی کا تعلق ایک عجیب نعمت ہے پھر نبی علیہ السلام کا اپنا بھی یہی معمول تھا، حدیث پاک میں ہے: کہ نبی علیہ السلام ایک مرتبہ بہت بھوک محسوس فرمارہے تھے باہر تشریف لائے تو ابوبکر وعمر بھی ساتھ ہوگئے، تو نبی علیہ السلام ایک صحابی کے گھر آئے، اس صحابی نے کھجوروں کے گچھے لاکر دیئے، اور انہوں نے ایک بکری کو ذبح کیا، اس کے کچھ گوشت کو پکایا، اور کچھ کو بھونا، جب انہوں نے لاکر وہ گوشت سامنے رکھا تو نبی علیہ السلام نے اس کی ران میں سے

کچھ گوشت کاٹا اور اس میزبان کو کہا کہ دیکھو مجھے نہیں معلوم کہ میری بیٹی نے کچھ کھایا یا نہیں، تم یہ گوشت میری طرف سے میری بیٹی کو پہنچا دو، تو بیٹی باپ کا خیال کیسے رکھ رہی ہے اور والد اپنی بیٹی کا خیال کیسے رکھ رہے ہیں۔ یہ وہ محبتیں ہیں جو اللہ کو پسند آتی ہیں جب یہ محبت کا تعلق پروان چڑھیگا تو بیٹی کبھی اپنے باپ کو بدنام نہیں کرے گی، آج بیٹیاں اتنی جرأت والی بن جاتی ہیں، کہ ان کو سمجھانا ہو تو باپ کے ہونٹ کانپ رہے ہوتے ہیں، کہنے والے نے کہا:

وہ لفظ ڈھونڈ رہا تھا لرزتے ہونٹوں سے
ضعیف باپ کو بیٹی سے بات کرنی تھی

عزت ایسی شئے ہے؛ جو گئی تو واپس نا آسکے گی

آج تو باپ بیٹی سے بات کرتے ہوئے کانپتا ہے، یہ میری عزت کس طرح خراب کر رہی ہے کیونکہ بیٹی کی ایک غلطی باپ کے سر سے پگڑی اچھال دیتی ہے، ماں کے سر سے دوپٹا اتار دیتی ہے، خاندان بدنام ہو جاتا ہے، بچی کو سمجھانے کی ضرورت ہے ہر چیز انسان کی ضائع ہو، واپس مل جاتی ہے، عزت وہ چیز ہے ضائع ہونے کے بعد واپس نہیں ملا کرتی، کہتے ہیں کہ علم، دولت اور عزت تین چیزیں ایک جگہ اکٹھی تھیں جب جدا ہونے لگیں تو تینوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ ہمیں بتادو کہ اگر تمہیں ڈھونڈنا چاہیں تو کہاں ملوگی؟ تو مال نے کہا کہ میں اگر کہیں چلا بھی جاؤں اور کوئی مجھے ڈھونڈنا چاہے تو میں بازاروں میں ملتا ہوں، یعنی کوئی انسان مال ضائع کر بیٹھے دوبارہ لینا چاہتا ہے تو وہ بازار میں جائے تجارت کرے دوبارہ مالدار بن جائے گا، علم نے کہا اگر میں جدا ہو جاؤں کوئی مجھے پانا چاہے تو میں مدارس میں ملتا ہوں، مجھے مدارس میں ڈھونڈ و علماء کی صحبت میں ڈھونڈو، تو مال نے بھی اپنا پتہ بتادیا علم نے بھی اپنا پتہ بتادیا، مگر عزت خاموش کھڑی تھی، تو مال اور علم نے پوچھا کہ تم ہمیں اپنا پتہ نہیں بتارہی کہ کہاں ملوگی؟ تو عزت نے جواب دیا جب میں ایک دفعہ جدا ہو جاتی ہوں پھر اس کے بعد دوبارہ کبھی ملا نہیں کرتی، تو بچی کو یہ بات سمجھانے کی ضرورت ہے کہ خاندان کی عزت ایک مرتبہ خراب ہو جاتی ہے وہ دوبارہ پھر نہیں بنا کرتی، جب یہ باتیں دل میں بٹھائیں گے وہ بچی باحیاء بنے گی، نیکوکار بنے گی، پرہیزگار بنے گی، اپنی عزت وناموس کی حفاظت کرکے ماں باپ کو بھی خوش کرے گی، اور اپنے رب کی مستجاب الدعوات بندیوں میں بھی شامل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہماری بچیوں کو نیک بنائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

مولانا زین العابدین قاسمی ☆

دارالعلوم امام ربانی
کا
دوسرا سالانہ اجلاس

۳۰/ربیع الاول ۱۴۳۵ھ بمطابق یکم فروری بروز سنیچر، دارالعلوم امام ربانی کا دوسرا سالانہ اجلاس خانقاہِ نعمانیہ نقشبندیہ مجددیہ کے عقب میں واقع وسیع و عریض میدان میں منعقد ہوا، جو اپنے مقررہ وقت شام ۵/بجے شروع ہوا اور رات دیر گئے تقریباً ۱۱/بجے اپنے حسنِ اختتام کو پہنچا۔ نماز عشاء سے فراغت اور کھانا تناول کرنے کے بعد ۱۲/بجے کے قریب لوگ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ اس پروگرام کی درازنفسی سے ہوسکتا ہے ہمارے قارئین حیرت زدہ ہوں، اسی لئے آئندہ سطور میں ہم اس اجلاس کے مختلف پروگراموں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے، جس سے کچھ حد تک انہیں شرکائے اجلاس کے صبر وضبط کے ساتھ، جم کر شروع سے اخیر تک بیٹھے رہنے کا راز مل سکتا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس اجلاس کا پیغام ان حضرات تک بھی پہنچ سکتا ہے جو اس اجلاس میں شریک نہیں ہو پائے۔

یہ ایک بامقصد تعلیمی اجلاس تھا۔ جس کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں: (۱) دارالعلوم امام ربانی اور معہد الامام ولی اللہ الدھلوی کے طلبہ کا تعلیمی مظاہرہ (۲) مہمانانِ خصوصی کے تأثرات اور دارالعلوم کے بانی وناظم حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی کا صدارتی خطاب۔

طلباء کا یہ تعلیمی مظاہرہ ۳/زبانوں: عربی، اردو اور انگریزی میں پیش کیا گیا، جو ۶/مکالموں ۳/اناشید اور ایک عربی تقریر پر مشتمل تھا۔ اجلاس کی ابتداء دارالعلوم کے ایک طالبِ علم کی خوش الحان قرأت سے ہوئی، اس کے بعد دارالعلوم کے طلباء نے ''اسلامی تہذیب: ماضی، حال اور مستقبل'' کے موضوع

☆ ناظر وصدر مدرس معہد الامام ولی اللہ الدھلوی، نیرل

پر ایک اجتماعی مکالمہ (GROUP DISCUSSION) انگریزی میں پیش کیا جس میں انہوں نے مسلمانوں کی شاندار تہذیب اور اس تہذیب کے معماروں اور آبدار شخصیتوں کے مختلف علوم وفنون میں علمی وتحقیقی نیز سائنسی کارناموں کو پیش کیا، اور موجودہ مسلمانوں کا اپنی تہذیب کے تئیں رویہ اور مستقبل میں اس تہذیب کو پھر اپنے بامِ عروج تک پہنچانے کیلئے جن ممکنہ طریقوں اور حکمت عملیوں کی اور جن عزائم اور قربانیوں کی ضرورت ہے ان کو مؤثر اور فکر انگیز انداز میں پیش کیا۔ اسکے بعد طلبائے دارالعلوم امام ربانی نے عربی زبان میں ایک ڈرامہ پیش کیا جس میں پڑوسی کے حقوق پر روشنی ڈالی گئی، اور پڑوسیوں سے پہنچنے والی اذیتوں کو صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کرنے، ان سے درگزر کرنے اور ان کے نامناسب اور اذیت ناک رویّہ کے باوجود ضرورت پڑنے پر ان کی مدد کرنے سے نہ کترانے بلکہ سب کچھ بھول کر ان کی مدد اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا عملی نمونہ پیش کرکے بڑے ہی دلچسپ اور مؤثر انداز میں اس کی ترغیب دی گئی۔

یہ عربی ڈرامہ دو پڑوسیوں کے اطراف گھومتا ہے جسمیں ایک پڑوسی اپنے گھر میں شور شرابا کرتا ہے جس سے دوسرے پڑوسی کو بڑی تکلیف پہنچتی ہے۔ اس کے درخواست کرنے کے باوجود بھی پہلا پڑوسی اپنے عمل سے باز نہیں آتا مگر سوء اتفاق وہ گرتا ہے اور اسے سر پر چوٹ آتی ہے اور زخم گہرا ہونے کی وجہ سے اسے خون کی ضرورت پڑتی ہے، اور اس کا بلڈ گروپ اپنے اس پڑوسی کے خون سے مطابقت رکھتا ہے، جب پڑوسی کو خبر ہوتی ہے تو وہ اپنے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے اس پڑوسی کو فوراً خون کا عطیہ دیتا ہے جس سے اس کا پڑوسی متأثر ہوکر اس سے معافی مانگتا ہے اور آئندہ کے لئے بہتر رویّہ کا وعدہ کرتا ہے۔ اس سبق آموز منظر پر یہ ڈرامہ ختم ہوتا ہے۔

اردو حمد کے بعد ایک اور ڈرامہ Home lones:An Islamic Alternative (گھریلو قرض: ایک اسلامی متبادل) پیش کیا گیا جس میں یہ دکھایا گیا کہ دو دوست سرِ راہ ملتے ہیں، ان کی گفتگو سے پتہ چلتا ہے کہ ایک صاحب اپنے بچے کو انگلش اسکول میں داخلہ کرانے جارہے ہیں اور دوسرے صاحب مدرسے (دارالعلوم امام ربانی) میں، تو پہلے صاحب کو جب یہ پتہ چلتا ہے تو وہ اپنے دوست کو نصیحت کرتے ہیں کہ مدرسے میں پڑھنے سے آپ کے بچے کا مستقبل تاریک ہوجائے گا۔ آپ اسے کسی اچھے انگلش میڈیم اسکول میں داخل کروایئے مگر وہ شکریہ کے ساتھ مشورہ قبول کرنے سے معذرت کرتے ہیں، اور بہت نرمی سے یہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ علم کا مقصد تو اچھا انسان بننا ہے نہ کہ صرف پیسے

کمانا......پھر اس کے بعد دوسرا منظر دکھایا جاتا ہے جو ۲۵ سال بعد ہوتا ہے جس میں ایک فائنانس میں MBA کئے ہوئے نوجوان کو دکھایا جاتا ہے جسکی ۵۰ ہزار ماہانہ تنخواہ ہے اور جو کرائے کے گھر میں رہتے ہوئے تنگ آچکا ہے اور ایک گھر خریدنے کی جستجو میں ہے، جو پونجی اس کے پاس ہے وہ ناکافی ہے۔ جب وہ اپنے دوست کے ساتھ ایک ایجنٹ سے ملتا ہے تو اس کو اور مایوسی ہوتی ہے کیونکہ وہ بینک سے سود لے کر ہی گھر خرید سکتا ہے اور سود کی وجہ سے اس گھر کی قیمت دوگنی ہوجاتی ہے جو وہ ادا نہیں کرسکتا۔ اسی مایوسی کے عالم میں اسے اپنے دوست کی معرفت ایک اسلامی مالیاتی فنڈ کا علم ہوتا ہے تو وہ وہاں پہنچتا ہے۔ اس اسلامی مالیاتی ادارے کے منیجر کو ایک مسجد کے امام ہونے کے ساتھ ساتھ، نیک دل اور غریب پرور انسان کی شکل میں پاتا ہے، جب وہ اپنی پریشانی ان کے سامنے رکھتا ہے تو وہ اسے بتاتے ہیں کہ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے، اور اسلامی معاشیات کے اصول پر گفتگو کرتے ہوئے Islamic finance (تمویل اسلامی) کی مختلف شکلوں جیسے مرابحہ، مشارکہ اور اجارہ کی بنیاد پر سود کے بغیر گھر خریدنے کا حل پیش کرتے ہیں، اور یہ بتاتے ہیں کہ ان کا ادارہ اس سلسلے میں ان کی مدد کرسکتا ہے، ڈرامہ اس انکشاف کے ساتھ ختم ہوتا ہے کہ اس ادارے کا منیجر وہی بچہ ہوتا ہے جس کو ۲۵ سال قبل اس کے والد نے مدرسے (دارالعلوم امام ربانی) میں داخل کروایا تھا، جہاں اس نے اسلامی اور عصری دونوں تعلیم حاصل کی، اور MBA کیا ہوا نوجوان وہ بچہ ہوتا ہے جسکو انگلش اسکول میں داخل کیا گیا تھا۔

مغربی فکر وفلسفہ کی بنیاد مذہب بےزاری اور خدا سے دوری پر ہے جس کا اثر اور شعبہائے حیات کی طرح شعبہ تعلیم پر بھی لازمی طور پر پڑا ہے۔ چنانچہ ڈارون کا نظریہ ارتقاء اسی فکر وفلسفہ کا نتیجہ ہے جو آج نظام تعلیم کا ایک اٹوٹ حصہ بن چکا ہے، جبکہ اس نظریہ کے بے بنیاد ہونے پر مشرق سے پہلے خود مغرب ہی میں بڑے واضح انداز میں تحقیقی طور پر اس کے باطل ہونے پر دلائل وشواہد پیش کیے جاچکے ہیں۔ طلبائے دارالعلوم امام ربانی کی جانب سے اس نظریہ کے علمبرداروں اور مخالفین کے درمیان انگریزی میں ایک دلچسپ مباحثہ (DEBATE) پیش کیا گیا، جس میں دونوں فریقوں نے اپنی رائے مضبوط دلائل اور براہین کے ساتھ ایسی بھرپور جرأت وخود اعتمادی کے ساتھ اور ایسے مؤثر وپرکشش انداز سے پیش کی کہ حاضرین خصوصاً مجمع میں موجود ذی علم اور دانش ور حضرات دم بخود رہ گئے۔

معہد الامام شاہ ولی اللہ الدھلوی للدراسات العلیا میں طلباء کے علمی وذہنی افق کو وسیع کرنے کے

مقصد سے وقتاً فوقتاً ہر کچھ دن کے بعد مختلف معاشی، سماجی، سیاسی، دعوتی، فکری، علمی اور تحقیقی موضوعات پر ممتاز اہل علم وفکر کو توسیعی محاضرات پیش کرنے کیلئے دعوت دی جاتی ہے۔ طلبائے معہد نے اسی توسیعی محاضرات کے خاکے کو پیش نظر رکھ کر ایک ڈرامہ پیش کیا جس میں دو طلباء کو مہمان خصوصی کی شکل میں پیش کیا گیا اس طور پر کہ یہ دو حضرات علماء کرام اپنی ابتدائی تعلیم حفظ وعالمیت دارالعلوم امام ربانی میں پوری کرنے کے بعد ملکی وغیر ملکی یونیورسٹیوں سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرتے ہیں اور معہد میں (کائنات) کے موضوعات پر توسیعی محاضرات پیش کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں، اس ڈرامے میں شرکائے اجلاس کے سامنے سلائڈس کے ذریعے یہ بات پیش کرنے کی کوشش کی گئی کہ قرآن کریم جو کتاب ہدایت ہے، جہاں اس کی ہر ہر آیت رب کی معرفت اور انسانیت کی ہمہ جہتی ترقی کا بھرپور سامان رکھتی ہے۔ وہیں یہ وسیع وعریض کتابِ کائنات بھی اپنے اندر بے شمار ایسی نشانیاں اور آیات رکھتی ہے جن کے مشاہدے ومطالعے سے ایک طالبِ حق خدائی معرفت کی عظیم ترین دولت حاصل کرسکتا ہے۔ نیز دارالعلوم امام ربانی کے پر امید مستقبل کی تصویر کشی کرنے کی کوشش بھی کی گئی کہ ''انشاء اللہ یہاں پڑھنے والے طلباء شریعت اسلامی کے گہرے علم کے ساتھ جدید مسائل سے بھی بخوبی واقف اور دورِ جدید کے علم کلام سے بھی آراستہ ہوں گے''۔

سب سے آخر میں ایک اردو ڈرامہ دارالعلوم کے طلباء کی جانب سے ''درد جس دل میں ہو'' کے عنوان سے پیش کیا گیا جس میں ایثار وہمدردی، غمخواری، دوسروں کی تکالیف کا احساس، اپنی خواہشات کو دوسروں کیلئے قربان کرنا، اپنی ضرورت وحاجت کو پس پشت ڈالنا، یہ اس ڈرامے کا خاص موضوع یا پیغام تھا، اس میں اسکول کے چند طلباء کو دکھایا گیا، جو اپنے ایک دوست کی فیس ادا کرنے میں مدد کرتے ہیں، کیونکہ انہیں پتہ چلتا ہے کہ فیس ادا نہ کرنے پر ان کے دوست کو امتحان میں بیٹھنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، اور وہ دوست اس وجہ سے فیس نہیں ادا کر پا رہا ہے کہ اس کی بیمار والدہ کے علاج میں اس کے والد اپنی ساری پونجی جھونک چکے ہیں۔ یہ سب جب اس کے ایک ساتھی کو معلوم ہوتا ہے تو وہ دو اور دوستوں کو بتاتا ہے اور وہ تینوں مل کر کچھ رقم اکٹھا کر کے اپنے دوست کی فیس ادا کرتے ہیں۔ اس طرح کہ ان میں سے ایک اپنی عیدی کی جمع شدہ رقم اور دوسرا اپنے نئے خریدے ہوئے جوتے واپس کر کے اور تیسرا اپنی امی کو راضی کر کے کہ اس سال وہ سردی کے موسم میں پرانی جیکٹ پر اکتفا کرے گا اور جو روپئے اس کی نئی جیکٹ کیلئے رکھے گئے ہیں اس سے وہ اپنے دوست کی فیس کے ادا کرنے میں مدد کرے گا۔ جب یہ جمع شدہ مگر نامکمل

رقم پرنسپل صاحب کے پاس پہنچتی ہے تو وہ نہ صرف یہ کہ بچوں کی اس قربانی کو دیکھ کر ماباقیہ رقم اپنی جیب خاص سے ادا کرتے ہیں، بلکہ کے ان مدد کرنے والے طلباء کو جلسۂ عام میں اسٹیج پر بلا کر ان کی اس بے لوث خدمت پر سراہتے ہیں۔ اور وہ طلباء اس مناسبت سے بڑے درد بھرے انداز میں ایک نظم پڑھ کر ڈرامے کا اختتام کرتے ہیں جس کے چند مصرعے ہم قارئین کی نظر کرتے ہیں:

درد جس دل میں ہو

کوئی بیمار اگر ہوتو شفا بن جاؤں		درد جس دل میں ہومیں اس کی دوا بن جاؤں
درد جس دل میں ہومیں اس کی دوا بن جاؤں		دکھ میں جلتے ہوئے لب کی میں دعاء بن جاؤں
اف وہ آنسو جو کسی دیدۂ تر سے نکلے		ہائے وہ دل جو تڑپتا ہوا گھر سے نکلے
درد جس دل میں ہومیں اس کی دوا بن جاؤں		میں ان آنسوؤں کو سکھانے کو ہوا بن جاؤں

اس تمثیلی پروگرام کو دیکھ کر اجلاس میں شریک ہزاروں لوگ اپنے آنسوؤں کو قابو میں نہیں رکھ سکے یہی نہیں بلکہ کم سن طلبہ کے پیش کردہ تمام پروگراموں میں کہیں ایسا نہیں لگا کہ اسٹیج پر کوئی ڈرامہ رچایا جارہا ہے بلکہ ایسا لگا کہ ہم حقیقی کرداروں کو دیکھ رہے ہیں۔ اسی وجہ سے ہر پروگرم شرکاء اجلاس کے دل ودماغ پر گہرے اثرات ثبت کرتا ہوا نظر آرہا تھا۔ پھر اردو کے ساتھ عربی اور انگریزی کا تلفظ، جملوں کی ادائیگی کا فطری انداز اور مکالمے کو اداکاری کے تصنع سے بچائے رکھنا یہ سب اس ادارہ میں کارفرما روح اور اس کے اساتذہ کی غیر معمولی اور مخلصانہ محنت کی گواہی پیش کررہا تھا۔

سائنسی نمائش:

طلبہ کے تعلیمی مظاہرے میں ایک اور چیز قابلِ ذکر ہے، اور وہ ہے سائنسی نمائش جس میں طلبائے دارالعلوم نے مسلمانوں کے سنہرے ماضی اور مسلم دانشوروں کی سائنسی تحقیقات کو پروجیکٹ کی شکل میں پیش کیا۔ اس نمائش نے ناظرین کے دل کو موہ لیا، اور وہ اساتذہ وطلبہ کی محنت کو دیکھ کر محوِ حیرت بن گئے۔ ذیل میں اس نمائش کی کچھ جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں۔

انسانی دماغ کے مختلف حصے, Diffrent regions of Brain

دماغ اعضائے بدن میں سے اہم ترین عضو ہے، جو ہڈیوں کے مضبوط قلعے یعنی کھوپڑی کے اندر خول دار اخروٹ کی طرح دو ملے ہوئے حصوں میں تقسیم ہے، اور ایسے اعصابی نظام کا مجموعہ ہے جسے

کائنات میں جسم اور ماحول کے مابین حسی اور حرکی واسطے کی سب سے پیچیدہ ساخت کا غیر معمولی قدرتی کمپیوٹر تصور کیا جاتا ہے، مزید یہ کہ سارے جسم میں پھیلے ہوئے ہزاروں اعصاب دماغ کے ساتھ منسلک ہیں جو وہاں سے ایک پیغام لاتے اور واپس لے جاتے ہیں۔انسانوں کے خالق نے ان سرگرمیوں کو دماغ کے مختلف حصوں کے سپرد کیا ہے۔ چنانچہ ہر حصے کا اپنا ایک مخصوص کام ہے جسے وہ انجام دیتا ہے۔جیسے کنپٹی سے متصل جو حصہ ہے وہ دماغ کا سماعتی مرکز ہے جو مزید چھوٹے حصوں میں بٹا ہوا ہے جو آواز کی مختلف طویل موجوں کے لئے مخصوص ہے۔جبکہ بایاں نصف کرہ ،زبان کے علاوہ ریاضی جیسے منطقی اعمال کو کنٹرول کرتا ہے۔اور دایاں نیم کرہ غیر جذباتی نوعیت والی بول چال کا مرکز ہے۔اسی طرح دماغ کا اگلا حصہ فکر وتدبر اور بلند ترین عقلی وشعوری سرگرمیوں کا مرکز ہوتا ہے جسے Fore Brain (اگلا دماغ) کہتے ہیں۔آنکھیں دیکھنے کی خبر دماغ کے جس حصے کو بھیجتی ہیں اس کو Mid Brain (وسطی دماغ) کہا جاتا ہے۔

دماغ کے متعلق مذکورہ بالا سطور میں جو ہلکا سا خاکہ پیش کیا گیا وہ دراصل طلباء کے اس پروجیکٹ کا حصہ ہے جسمیں انہوں نے ایک مصنوعی دماغ بنایا، جس کو الگ الگ رنگوں سے رنگا گیا خاص خاص جگہوں پر بالکل چھوٹے چھوٹے بجلی کے بلب لگائے ،اور جس حصے کے جو اعمال تھے ان کو ایک جانب لکھ کر ان پر بٹن لگائے۔ ہر طالب علم اس کے ذمہ دئے گئے دماغ کے حصے کے افعال اور سرگرمیوں کی تفصیل ان بلبوں کی مدد سے بیان کرتا، اور دیکھنے والوں کی توجہ اللہ کی تخلیقی شان اور اسکی عظمت وکبریائی کی طرف مبذول کرتا، اور مشاہدین سمعی وبصری مظاہرے سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ کی عظمت کا گہرا تاثر لئے ہوئے آگے قدم بڑھاتے ۔۔۔

آبی گردش Water cycle projec

زمین کا پانی (سمندر، ندی، تالاب، کنویں وغیرہ کا پانی) تبخیر (Evaporation) ہوکر بھاپ میں بدلتا ہے اور گرم ہونے کے ساتھ اوپر چلا جاتا ہے، وہاں پہنچ کر ٹھنڈا ہوجاتا ہے اور بادل بن جاتا ہے اور پھر بارش کی شکل میں زمین پر گرتا ہے، تو کچھ زیر زمیں محفوظ ہوجاتا ہے اور اکثر ندی نالوں کے ذریعہ سمندر میں چلا جاتا ہے اس طرح پانی ایک بار پھر وہیں پہنچ جاتا ہے جہاں سے چلا تھا، اس عمل کو آبی گردش یا Water cycle کہتے ہیں اس میں بنیادی طور پر چار طرح کا عمل ہوتا ہے (۱) Evaporation تبخیر (۲) Precipitation (زمین پر پانی کا، برسات یا برف کی شکل میں آنا) (۳) Run-off (پانی

کاندی نالوں کے ذریعہ کسی جگہ سے نکل جانا)(۴)Storage(زیر زمین یا سمندر وغیرہ میں پانی کا ذخیرہ اندوز ہونا) دارالعلوم کے طلباء کی ایک ٹیم نے اس آبی گردش کو پروجیکٹ کی شکل میں بڑی محنت کے ساتھ اپنے اساتذہ کی نگرانی میں تیار کیا۔اس مظاہرے کے لئے ایک مصنوعی دنیا بنائی گئی جسمیں سمندر، ندی، نالے، کنوئیں، برفیلے پہاڑ، ابر، شہر، گاؤں، سڑکیں غرض یہ کہ وہ تمام چیزیں انہوں نے دن رات کی محنت کی سے تیار کیں جو آبی گردش کے لئے ضروری تھیں ۔مزید یہ کیا کہ زیر زمین پانی کی سطح کو بڑھتے اور گھٹتے دکھایا گیا۔

اس مظاہرے کے دوران بچے مشاہدین کو سمجھاتے ہوئے قرآن کی ان آیتوں کی تلاوت اور انگریزی میں ترجمہ بھی کرتے جن میں اللہ تعالیٰ نے بادلوں کے پانی کو لے جانے، اس کو برسانے اور زمین میں محفوظ ہونے کی بات ارشاد فرمائی ہے۔اس طرح وہ کتاب ہدایت اور کتابِ کائنات دونوں کے پیغام کو اپنے معصوم لب ولہجہ میں پیش کرنے کی کوشش کرتے۔

نظام شمسی Solar System

سورج کے گرد ۹ سیارے اور ان کے 63 قمر، 2200 سے زائد سیارچے، ان گنت دم دار تارے اور شہاب ثاقب گردش کرتے ہیں، اور اس نظام میں سورج کی حیثیت سب سے بڑی اور اس کی شان نرالی ہے جس میں اس کے مادے کی مقدار 98 فیصد سے زائد ہے اور اسکو وہ خالق کی عطا کردہ ایک خاص قوت ہماری زمین اور دوسرے سیاروں کے ذریعے تھامے ہوئے ہے اور سب کو روشنی اور حرارت اسی کے واسطہ سے ملتی ہے اور تمام فلکی اجسام ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

طلباء کے ایک گروپ نے اس نظام شمسی کو اپنے تعلیمی مظاہرہ کے لئے اختیار کیا اور ایک ایسا مصنوعی نظام شمسی دکھایا جہاں سورج ایک بہت بڑے گولے کی شکل میں ہے اور اس کے اطراف سیارے ہیں اور چاند اور زمین کی گردش، غرض یہ کہ انہوں نے اس نظام شمسی کو مشاہدین کے سامنے اُن آیتوں کی تلاوت کرتے اور ان کا مفہوم سمجھاتے ہوئے پیش کیا جن میں معجزانہ انداز سے اس نظام شمسی کا اور سورج کے اپنے مستقر میں اور ہر سیارے کے اپنے فلک میں سیر اور گردش کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

سوئی چھید کیمرہ Pinhole camera

طلبائے دارالعلوم کے ایک گروپ نے Pinhole camera (سوئی چھید

کیمرہ) بنایا۔ جو ایک لمبے بکس کی شکل میں ہوتا ہے جس کو مکمل بند کردیا جاتا ہے تاکہ اس میں اندر اندھیرا ہوجائے صرف ایک باریک سا سوراخ اسمیں کردیا جاتا ہے جس سے روشنی کی ایک لکیر گزرتی ہے اور بکس کے دوسری طرف جو تصویر ہوتی ہے وہ الٹی نظر آتی ہے۔ اس کا استعمال سورج گہن کو دیکھنے کے لئے بھی کیا جاتا ہے۔

یہ مسلم سائنسداں ابن الہیثم جس کو یورپ امام بصریات (The father of optics) کے نام سے جانتے ہیں اس کی دریافت ہے جس کو وہ ''ثقبالہ'' کا نام دیتا ہے؛ کیونکہ عربی میں نقب باریک چھید کو کہتے ہیں۔ دراصل ابن الہیثم کی ایک تحقیق پر اس کی بنیاد ہے وہ یہ کہ روشنی میں مختلف چیزیں آنکھ کو کیونکر نظر آتی ہیں؟ ابن الہیثم کے بقول روشنی کی موجودگی میں آنکھ سے کسی قسم کی ''نظر کی کرنیں'' باہر نہیں نکلتیں اور نہ ایسی کرنوں کا کوئی وجود ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب روشنی کسی جسم پر پڑتی ہے تو روشنی کی کچھ شعاعیں اس جسم کی مختلف سطحوں سے پلٹ کر فضا میں پھیل جاتی ہیں ان میں سے بعض شعاعیں دیکھنے والے کی آنکھ میں داخل ہوجاتی ہیں جس کے باعث وہ شئے آنکھ میں الٹی ہوتی ہے مگر دماغ اس کو سیدھا کرکے دیکھتا ہے۔ ابن الہیثم کی یہ دریافت ایسی تھی جس نے سینکڑوں سال پرانی غلط فہمی دور کردی کہ دیکھنے کے لئے روشنی آنکھ کے اندر سے نکلتی ہے۔ طلبہ اس کیمرہ کا استعمال کراکے ابن الہیثم کی شخصیت اور ان کی تحقیق پر روشنی ڈالتے تھے۔

Sundial,Layers of the Atmospher,(پون چکی)Windmill

اسی طرح اور تین پروجیکٹ تین ٹیموں نے تیار کئے جس میں انہوں نے زمینی گھڑی تیار کی جو اموی دور میں مساجد میں نماز کے اوقات کی تعیین کے لئے استعمال کی جاتی تھی جسے سورج گھڑی Sundial کہتے ہیں اسی طرح ایک ٹیم نے Windmill (پون چکی) تیار کی جس سے ہوا کے زور پر بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ اور آخری پروجیکٹ Layers of the Atmosphere میں خدا کی بنائی ہوئی سات پرتوں/تہوں کے متعلق مظاہرہ پیش کیا جس میں انہوں نے ہر تہہ کی اپنی خصوصیت بیان کی اور ایک تہہ سے دوسری تہہ کے درمیان کے فاصلے اور اس طرح کی مزید تفاصیل بیان کیں۔

مذکورہ بالا پروجیکٹوں کے علاوہ طلبہ نے اور بھی کئی پروجیکٹ بنائے تھے، مثلاً SOLAR COOKER (سولار کوکر) یا ٹرافک کنٹرول پروجیکٹ، ان سب پروجیکٹوں کے طلبہ سے بنوانے اور اجلاس میں آنے والے حضرات کے سامنے ان کی تشریح ان طلبہ سے کروانے کا مقصد یہی تھا کہ طلبہ کی ذہنی

وعقلی صلاحیتوں کا نشوونما ہو، ان میں خود اعتمادی پیدا ہو، اوران کے ذہنوں میں بچپن ہی سے یہ بات راسخ ہوجائے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے اور یہ خالق قادرِ مطلق ہے، دانائی وحکمت میں یکتا وبے مثال ہے نہایت شفیق ومہربان ہے اور ہم اس کے عاجز ومحتاج بندے ہیں، نیز یہ کہ دینِ حق ہمیں کائنات کے مطالعہ ومشاہدہ اور ہر ہر چیز پر غور وفکر کرکے اپنے رب کو پہچاننے کا حکم دیتا ہے۔

اس جلسہ کی عمومی کارروائی معہد الامام ولی اللہ الدھلوی کے سابقہ طالب علم اور حالیہ رحمٰن فاؤنڈیشن مہاراشٹر کے ذمہ دار مولانا شفیق الرحمٰن صاحب کے زیرنظامت چلی جبکہ طلبۂ دارالعلوم کے پورے تعلیمی مظاہرے کی نظامت دارالعلوم امام ربانی کے طالب علم عبدالقادر نے انجام دی۔ اوراس کم عمر طالب علم نے تین زبانوں اردو، عربی اور انگریزی میں جس طرح نظامت کی اس نے بھی شرکاء اجلاس کو بے حد متاثر کیا۔

اس اجلاس کی صدارت کیلئے ممتاز عالم وفقیہ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم کو مدعو کیا گیا تھا، جب کہ مہمانانِ خصوصی کے طور پر خطۂ کوکن کے ہردلعزیز اور فعّال عالمِ دین، انجمن دردمندانِ تعلیم وترقی کے بانی وصدر مولانا مفتی رفیق پورکر صاحب، انجمن اسلام کے صدر محترم جناب ڈاکٹر ظہیر قاضی صاحب اور معروف سماجی کارکن جناب علی ایم شمسی صاحب مدعو تھے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اور جناب علی ایم شمسی کچھ شدید مجبوریوں کی وجہ سے تشریف نہ لاسکے۔ البتہ مولانا رحمانی نے اپنا پیغام ارسال کیا تھا[1] جو انکے فرزند مولانا عمر عابدین قاسمی مدنی نے حاضرین کو پڑھ کر سنایا۔ اوراجلاس کے مہمان خصوصی عالی جناب ڈاکٹر ظہیر قاضی صاحب اور مولانا مفتی رفیق پورکر صاحب کے علاوہ کینیڈا سے آئے ہوئے مہمان محترم جناب عبدالحیٔ پٹیل صاحب جو وہاں مختلف دعوتی وتعلیمی سرگرمیوں میں پیش پیش رہتے ہیں، نے اپنے تأثرات پیش کئے، مفتی رفیق صاحب نے فرمایا کہ اسکولوں اور مدرسوں کے سالانہ اجلاس میں بارہا شرکت کا موقع ملا ہے مگر ایسا اجلاس نہیں دیکھا جو اس قدر پاکیزہ، مؤثر اور دلچسپ ہو انہوں نے کہا کہ آنے والے دنوں میں امید ہے کہ ہمارے مدارس کو یہاں سے ایک نئی روشنی اور رہنمائی ملے گی۔ ڈاکٹر ظہیر قاضی صاحب نے فرمایا کہ: پروگرام میں طلبہ نے جس جرأت واعتماد اور خالص انگریزی زبان اور لب ولہجہ کا مظاہرہ کیا ہے وہ آکسفورڈ کی یاد تازہ کررہا تھا، انہوں نے دارالعلوم کے بانی اور ناظم اعلیٰ حضرت

---

[1] یہ پورا پیغام اس شمارہ کے صفحہ ۵۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم مدارس کی تجدید کاری کے بارے میں بہت کچھ سنتے اور پڑھتے تھے مگر آپ نے حقیقی معنوں میں اس کی سچی مثال قائم کردی ہے انہوں نے اجلاس کے نظم ونسق اور بچوں کے ڈسپلن اور خود اعتمادی کو دیکھ کر اپنے گہرے تأثر کا اظہار کیا۔

آخر میں یہاں کے روح رواں اور ہم سب کے محبوب مربّی حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی نے اپنے صدارتی خطاب میں وحدت تعلیم کے اسلامی تصور کی ضرورت پر بصیرت افروز تحریری خطبہ پڑھ کر سنایا جس میں از ہر ہند دارالعلوم دیوبند کے نصاب تعلیم کی خصوصیات اور اس میں عہد بعہد واقع ہونے والی تبدیلیوں کی تاریخ پر حوالوں کے ساتھ روشنی ڈالی۔ نیز حجۃ الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی ہمہ گیر اور جامع تعلیمی فکر کو، اور مغربی فکر وفلسفۂ علم سے اسلامی تہذیب وثقافت کو لاحق خطرات سے نبرد آزمائی کے لئے جس محفوظ اور مکمل نظام تعلیم کی تشکیل کا کارنامہ انہوں نے انجام دیا تھا اس کو خراج تحسین پیش کیا اور بتایا کہ دارالعلوم امام ربانی تعلیمی میدان میں کسی نئے کام کا آغاز نہیں بلکہ ہمارے اسلاف کے قائم کردہ روایات اور صلابت وفراست پر مبنی نظام تعلیم کی طرف ازسرنو واپسی کی ایک کوشش ہے[۱]۔

دارالعلوم کے اس پروگرام میں ملک کے مختلف صوبوں کی معروف تعلیمی اور سماجی شخصیتوں نے بھی شرکت کی تھی، شرکاء اجلاس میں اکثر علماء، اساتذہ اور دانشوروں کا مجمع نظر آرہا تھا۔ اجلاس کے اختتام تک پورا مجمع حیرت ومسرت کے ملے جلے احساسات میں غرق تھا، نیز ایک عجیب وغریب قسم کی روحانی کیفیت پورے اجلاس پر چھائی ہوئی تھی۔ شاید یہ اس خانقاہ اور یہاں ہونے والے شب وروز کے اعمال کی برکت ہے یا اس نسبت کا فیضان جو یہاں چلنے والے اداروں کو وقت کی ایک عظیم روحانی شخصیت بلکہ تمام اکابرین سے حاصل ہے، کسی نے بالکل سچ کہا ہے کہ:

پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ

اور یہ بھی غالباً اسی کی برکت تھی کہ خالص تعلیمی اجلاس میں شریک ہزاروں لوگوں کا یہ جم غفیر اتنے طویل عرصہ تک انتہائی یکسوئی اور پورے انہماک سے اپنی نشستوں پر اختتام اجلاس تک گوش برآواز

---

[۱] حضرت مولانا نعمانی کا یہ خطبہ آپ اس شمارہ کے صفحہ ۳ پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

نظر آیا، بلکہ کئی سولوگ کھڑے ہوکر پورے اجلاس میں شریک رہے۔ اجلاس میں موجود سیکڑوں لوگ زبان قال اور زبان حال سے یہ دعا کرتے ہوئے نظر آئے کہ دینی علوم، مدرسہ وخانقاہ کا ماحول اور جدید وقدیم کا یہ حسین سنگم امت کو بے کسی، کسمپرسی اور تعلیمی پسماندگی کے گرداب سے خلاصی دلانے کی جدوجہد میں کامیاب ہوجائے اور ملت اسلامیہ کی عظمت رفتہ بحال ہوجائے۔ آخر میں حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب کی دلسوز اور رقت آمیز دعا پر اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

رخصت ہونے سے پہلے یہ راقم تمام قارئین سے، بالخصوص تمام بزرگوں اور علمائے کرام سے اپنے لئے، اپنے تمام رفقاء کے لئے اور یہاں ہونے والے کاموں کے لئے دعاؤں کی گزارش کرتا ہے۔

☆☆☆

محترم قارئین:

صفحہ ۴۲ تا صفحہ ۵۲ پر دارالعلوم امام ربّانی کے جس دوسرے سالانہ جلسہ کی ایک مختصر سی کارگذاری شائع کی گئی ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں۔۔۔کہ

آپ اِس پُرکیف اور تاریخ ساز سالانہ جلسہ کے مناظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔۔ نیز آپ مختلف عنوانات پر ہمارے ہونہار طلباء کے ذریعہ پیش کئے گئے مکالموں، مباحثوں ڈراموں اور نظموں سے محظوظ ہونا چاہتے ہیں، تو آپ ہم سے اِس پروگرام کی DVD حاصل کر سکتے ہیں۔

نیز اگر آپ

''دارالعلوم امام ربّانی'' کے نصاب تعلیم، طرز تعلیم اور اِسکے مقاصد کو سمجھنا چاہتے ہیں تو آپ دارالعلوم کا تعارف نامہ (PROSPECTUS) حاصل کر سکتے ہیں۔

دوسرا سالانہ اجلاس 2ndAnnual function DVD: Rs.100 (مع ڈاک خرچ)

تعارف نامہ مع داخلہ فارم PROSPECTUS with admisson form Rs.180

ماهنامه الفرقان، رحمٰن فاؤنڈیشن، نعمانی اکیڈمی، امام ربّانی فاؤنڈیشن

7744960574-9369026355 -0522-4079758-8960633860

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کا پیغام

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

مدارس اسلامیہ گذشتہ ڈیڑھ سو سال سے نہ صرف برصغیر بلکہ پورے عالم میں اسلام کی نشر و اشاعت اور دین کے تحفظ کا اہم ترین ذریعہ ہیں، آج مغربی طاقتیں بھی محسوس کر رہی ہیں کہ مسلمانوں کے دین وشریعت کا اصل سرچشمہ یہی ادارے ہیں، جب تک یہ ادارے قائم رہیں گے، مسلمانوں سے ان کے ایمان کا سودا نہیں کیا جا سکتا، اس لئے آج مدارس کو متہم کرنے اور ان کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلانے کی غیر معمولی کوششیں کی جا رہی ہیں، مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ اعداء اسلام کی اس سازش کو سمجھیں اور مدارس اور اہلِ مدارس کے بارے میں جو غلط فہمیاں پیدا کی جا رہی ہیں ان کا اثر قبول نہ کریں۔

اللہ تعالی کا شکر ہے کہ ہندوستان میں بہت سی دینی جامعات شب و روز مصروف خدمت ہیں، لیکن بعض ادارے وہ ہیں جو اپنے بلند مقاصد، اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کی وجہ سے امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسے ہی اداروں میں دارالعلوم امام ربّانی بھی ہے، یہ مدرسہ بھی ہے اور خانقاہ بھی، یہاں دماغ کی غذا بھی ہے اور دل کی دوا بھی، یہ علم کا مرکز بھی ہے اور معرفت کا سرچشمہ بھی۔ قرآن مجید نے چار کارہائے نبوت کو شمار کرایا ہے، تلاوت، آیات، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت اور تزکیہ، بحمد اللہ یہاں ان چاروں کاموں کو اللہ کی توفیق سے انجام دینے کی کوشش کی جاتی ہے، جہاں دینی مدارس کے فضلا کی علمی وفکری تربیت ہوتی ہے، وہیں بچوں کے لئے ایک ایسی مثالی درس گاہ بھی موجود ہے، جس میں میرے علم کے مطابق دینی وعصری تعلیم کے امتزاج کی کامیاب کوشش کی گئی ہے اس مرکز سے دعوت دین کا کام بھی ہوتا ہے، اور محرومان ہدایت راہ یاب ہوتے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ مسافران راہ سلوک منزل تک پہونچنے کا راستہ ڈھونڈتے ہیں، اور کامیابی سے ہم کنار ہوتے ہیں۔

اس جامعیت کے علاوہ اس حقیر کی نظر میں اس ادارہ کی ایک اور خصوصیت فکر ولی اللہی کی اشاعت ہے، فکر ولی اللہی کا خلاصہ یہ ہے کہ سلف صالحین کے علوم ومعارف سے فیضیاب ہونے کے ساتھ ساتھ اصل

سرچشمۂ علم یعنی کتاب وسنت سے بھی تعلق باقی رہے، فروعی مسائل میں اعتدال سے کام لیا جائے، بلکہ ایسے مسائل میں ایک ہی رائے میں حق وصواب کو محصور نہ سمجھا جائے، تمام آراء کا اس حیثیت سے احترام کیا جائے کہ ان سب کا ماخذ کتاب اللہ اور سنت رسول ہی ہے، اور یہ بات ہمیشہ ذہن میں رہے کہ دین وشریعت کا مقام مسلک ومشرب سے بلند وبالا ہے، اگر امت اور خاص کر علماء امت میں یہ فکر عام ہو جائے تو اختلاف کی بلند وبالا دیواریں چھوٹی ہو جائیں گی، نیز اتحاد ومحبت کی فضا پیدا ہوگی، اور امت میں امت پن کے جذبات پروان چڑھیں گے۔

ان دونوں خصوصیات کی وجہ سے اس ادارہ کو ایک خصوصی حیثیت حاصل ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کچھ چیزیں اپنے بنانے والے سے پہچانی جاتی ہیں، کسی گلشن کی آرائش میں اس شخص کا خون جگر پنہاں ہوتا ہے، جس نے اس کے پودے لگائے ہوں، اور اسے غنچہ سے گل بنایا ہو، اور گل سے گلشن بنایا ہو، اس ادارہ کے بانی وموسس اور اس کے ذمّے دارِ اعلیٰ، صاحب نظر عالم دین اور کتاب وسنت کے قدح خوار اور فکر ولی اللہی کے علم بردار، محب گرامی حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی ندوی زیدت مکارمہ ہیں، اس گلستاں میں ان کے معتدل افکار کی خوشبو اور تعلق مع اللہ کی خوش رنگی ان شاء اللہ اس طرح پنہاں ہوگی، جس طرح موتی میں اس کی خوشبو اور گلاب میں اس کی سرخی۔

مولانا محترم نے ازراہ کرم وعنایت اس حقیر کو ادارہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی دعوت دی تھی، اور ارادہ تھا کہ پہلے سے جن صاحب کو تاریخ دے چکا ہوں، ان سے کچھ تبدیلی کی گزارش کروں گا، اور اس پروگرام میں شرکت کی سعادت حاصل کروں گا، لیکن یہ ممکن نہیں ہو سکا، اس لئے اس سعادت سے محرومی کو گوارا کرنا پڑا، لیکن سوچا کہ ان الفاظ کے ذریعہ شرکت کا شرف حاصل ہو جائے، اس لئے یہ سطور قلم بند کی گئی ہیں، میں حضرت مولانا سجاد نعمانی اور ادارہ کے دوسرے رفقاء وکارکنان، اور اس اہم جلسہ کے شرکاء کو دل کی گہرائی سے مبارک باد پیش کرتا ہوں، اور دعا کرتا ہوں کہ یہ کاروان شوق آگے بڑھتا رہے، اور کبھی سفر شوق تمام نہ ہو۔

ربیع الاول 1435ھ — خالد سیف اللہ رحمانی

30/جنوری 2014 — المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد